ماہنامہ
خواتین

ماھنامہ

خواتین

جمادی الاولیٰ 1446ھ نومبر 2024ء

جلد: 3
شمارہ: 11

ویب ایڈیشن

کینسر کا دَم

یَا رَقِیْبُ

سات دن تک روزانہ باوُضو یَا رَقِیْبُ 100 بار (اوّل آخر 11 بار دُرُود شریف) پڑھ کر کینسر کے مریض پر دَم کیجئے، اگر زخم ہو تو اُس پر بھی دَم کیجئے اگر کینسر کا زخم جسم کے اندرونی حصّے یا پردے کی جگہ ہو تو زخم کی جگہ پر کپڑے کے اوپر دم کر دیجئے۔ اگر جسم کے باہر زخم ہے تو سَرسوں کے تیل پر بھی دَم کر دیجئے اور وہ تیل مریض زخم پر لگاتا رہے، اِن شآءَ اللہ زخم صحیح ہو جائے گا اور کینسر دور ہو گا۔ (بیمار عابد، ص40)

(نوٹ: ہر علاج اپنے طبیب کے مشورے سے کیجئے۔)

کیا آپ کے بچے کا ذہن کمزور ہے؟

"یَا عَلِیْمُ" 7 بار اور ہر بار بِسْمِ اللہ کے ساتھ 21 مرتبہ "سُورۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ" پڑھ کر پانی پر دَم کر کے جس بچّے یا بڑے کا حافظہ کمزور ہو اُس کو پلایئے۔ اِنْ شآءَ اللہ حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص42)

موذی امراض سے حفاظت کا روحانی نسخہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

76 بار کاغذ وغیرہ پر لکھ یا لکھوا کر آبِ زم زم شریف سے دھو کر پینے والا اِن شآءَ اللہ موذی امراض سے محفوظ رہے گا۔ (بیمار عابد، ص37)

کیا آپ کاروبار کی وجہ سے پریشان ہیں؟

جو شخص بِلاناغہ روزانہ 786 بار سات دن تک پوری بِسْمِ اللہ شریف پڑھے، اور اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف بھی پڑھے، تو اِن شآءَ اللہ اس کی ہر حاجت پوری ہو گی، اب وہ حاجت چاہے کسی بھلائی کے پانے کی ہو یا بُرائی دور ہونے کی یا کاروبار چلنے کی۔ (فیضان بسم اللہ، ص134 ملخصاً)

فہرست

حمد و نعت	مناجات و نعت	2
پیغامِ بنتِ عطار	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 26)	3
تفسیر قرآنِ کریم	اپنی جھوٹی تعریف سننے کا وبال	5
شرحِ حدیث	کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا منع ہے!	10
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی نماز سے محبت	16
معجزاتِ انبیا	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط:1)	19
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلام رضا	21
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	23
اسلام اور عورت	بیٹیوں کو موبائل سے بچائیں	25
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	27
ازواجِ انبیا	حضرت عائشہ کا زہد و تقویٰ (قسط5)	28
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	بچوں کا پہلا کلام	30
رسم و رواج	بارات (قسط:1)	31
اخلاقیات	معذرت قبول کرنا	33
اخلاقیات	معذرت قبول نہ کرنا	35
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	37
مدنی خبریں	شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز	40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر
ابو اذلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی

حمد و نعت

مناجات

میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے

یا الٰہی! دُعا ہے گدا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
جلوۂ سرورِ انبیا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
بھیک دے اُلفتِ مصطفٰے کی، سب صحابہ کی آلِ عَبا کی
غوث و خواجہ کی احمد رضا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
کوئی حج کا سبب اب بنادے، مجھ کو کعبے کا جلوہ دِکھادے
دِیدِ عَرفات و دِیدِ مِنیٰ کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
دے مدینے کی مجھ کو گدائی، ہو عطا دو جہاں کی بھلائی
ہے صَدا عاجِز و بے نَوا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
حاضِری کے لیے جو بھی تڑپے، سبز گنبد کا دیدار کرلے
اُس کو طیبہ کی مہکی فضا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
ہر دم ابلیس پیچھے لگا ہے، حِفظِ ایمان کی التجا ہے
ہو کرم امنِ روزِ جزا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے
روح عطّاؔر کی جب جُدا ہو، سامنے جلوۂ مصطفٰے ہو
اُنکے قدموں میں اِس کو قضا کی، میرے مولیٰ تُو خیرات دیدے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص124

نعت

شفیعِ روزِ محشر اے شہنشاہِ زماں تم ہو

شفیعِ روزِ محشر اے شہنشاہِ زماں تم ہو
مُقیمِ عرشِ اعلیٰ ہو مکینِ لامکاں تم ہو
ترے رُتبہ سے بالا مرتبہ کس کا ہے دنیا میں
رفیقِ بیکساں تم ہو، انیسِ بیکساں تم ہو
کلیجہ کیوں نہ ٹھنڈا ہو تمہارا نام لینے سے
محمد مصطفٰی تم ہو، حبیبِ دو جہاں تم ہو
جو تم سے پھر گیا مولیٰ، ٹھکانہ ہے کہاں اس کا
خدا بھی مہرباں اس پر کہ جس پر مہرباں تم ہو
چلے گا قافلہ اُمّت کا جب میدانِ محشر کو
نہیں خطرہ ہمیں جبکہ امیرِ کارواں تم ہو
حسابِ زندگی درپیش ہو گا جب قیامت میں
مجھے دامن میں ڈھک لینا پناہِ بیکساں تم ہو
ترے در سے کہاں جائے نعیمِؔ زار اے مولیٰ!
طبیبِ دردِ دل تم ہو، علاجِ دردِ جاں تم ہو

از: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حیاتِ صدر الافاضل، ص234

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 26)

جب بندے کو اس بات کا علم ہو جائے کہ گناہ کا نقصان بہت بڑا ہے اور وہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان رکاوٹ ہے تو وہ اس گناہ پر شرمندہ ہو کر اس بات کا ارادہ کرلیتا ہے کہ گناہ چھوڑ دے گا، آئندہ نہ کرے گا اور جو پہلے کئے ان کی وجہ سے اعمال میں جو کمی واقع ہوئی اسے بھی پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو بندے کی اس کیفیت کو توبہ کہتے ہیں۔[1]

مگر افسوس! نفسا نفسی کے اس دور میں ہر طرف گناہوں کی بھرمار ہے اور خود کو ان گناہوں سے بچانا انتہائی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ بعض گناہ تو معاشرے میں اس طرح رچ بس چکے ہیں کہ کوئی انہیں گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ خواتین کو گناہوں بھری زندگی سے منہ موڑ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی ترغیب دلانے کے لئے نیک اعمال کے رسالے میں سوال نمبر 26 کچھ یوں مذکور ہے: کیا آپ نے مَعاذَ اللہ گناہ ہو جانے کی صورت میں فوراً توبہ کی؟ (کاش! روزانہ کم از کم 70 بار استغفار مثلاً 70 بار استغفرُ اللہ پڑھنا نصیب ہو جائے)

یعنی اگر کبھی مَعاذَ اللہ گناہ ہو جائے تو اللہ پاک کی بارگاہ میں فوراً توبہ کر لینی چاہیے۔ کیونکہ توبہ کا معنیٰ ہے: رجوع کرنا۔ اگر یہ اللہ پاک کی صفت ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں: اِرادۂ عذاب سے (اپنی شان کے لائق) رجوع فرمالینا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو (یعنی یہ کہا جائے کہ بندے نے توبہ کی) تو اس کے معنیٰ ہوئے ہیں: گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غَیبت (یعنی غیر حاضری) سے حضور (یعنی حاضری) کی طرف لوٹ جانا (یعنی پلٹ آنا)۔ توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اور جس قدر ہو سکے اسی قدر پچھلے گناہوں کا بدلہ کر دے، نمازیں (رہتی) ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کر دے۔

حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذتِ گناہ بلکہ گناہ بھول جائے (یعنی دوبارہ اس گناہ کے کرنے کا خیال بھی دِل میں نہ آئے)۔[2] جبکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے باز آنا، جس کی معصیت (نافرمانی) کی ہے اس سے عہدِ اطاعت کی تجدید کر کے اسے راضی کرنا اور نصِّ قطعی قرآن سے ثابت ہوا کہ اللہ پاک کا ہر گناہ گار حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا گناہ گار ہے۔[3]

نیز خیال رہے کہ توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیا ہے، کل توبہ کر لیں گے۔ یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدا پر امن (یعنی نڈر ہونا)، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔[4]

اللہ پاک نے توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ (پ18، النور: 31) ترجمہ: اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی جو کامیابی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔[5] کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔[6]

حضرت جعفر بن حرب رحمۃ اللہِ علیہ بہت مالدار تھے، اسی کے بل بوتے پر بادشاہ کے وزیر بھی بن گئے اور لوگوں پر ظلم

وستم ڈھانا شروع کر دیا۔ ایک دن آپ نے کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (پ27، الحدید:16) ترجمہ: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ایک چیخ ماری اور کہا: اے میرے رب! کیوں نہیں! آپ بار بار یہی کہتے جاتے اور روتے جاتے۔ پھر اپنی سواری سے اتر کر اپنے کپڑے اتارے اور دریائے دِجلہ میں داخل ہو کر چھپ گئے اور اس وقت تک نہ نکلے جب تک کہ لوگوں سے ظلماً لیا گیا مال واپس نہ کر دیا اور بچ جانے والا مال صدقہ نہ کر دیا گیا۔ ایک شخص جو آپ کے حالات کو جانتا تھا، دریائے دِجلہ کے قریب سے گزرا تو آپ کو پانی میں کھڑے ہوئے پایا۔ چنانچہ اس نے آپ کو ایک قمیض اور تہبند بھجوایا۔ آپ نے ان کپڑوں سے اپنا بدن ڈھانپا اور پانی سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد آپ علم حاصل کرنے اور عبادت میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔ (7)

جب کہا عصیاں سے میں نے سخت لاچاروں میں ہوں
جن کے پلے کچھ نہیں ان خریداروں میں ہوں
تیری رحمت کے لئے شامل گنہگاروں میں ہوں
بول اٹھی رحمت نہ گھبرا میں مددگاروں میں ہوں

ہم سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ہمارا ہر لمحہ گناہوں بھرا ہے۔ اگر ہم گناہوں سے توبہ کرنے کی عادت ڈال لیں تو رب کی رضا حاصل ہو گی کیونکہ اللہ پاک کی رحمت بہت وسیع ہے اور ہم گناہ گاروں کے لیے رحمت کے دروازے کھلے ہیں، بس ہمیں گناہوں پر شرمندگی کا اختیار کرنی ہے۔ جب ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم روزانہ 70 بار توبہ و استغفار کرتے تھے (8) تو کیا ہم روزانہ توبہ و استغفار کرنے کی عادت بنا کر اپنے رب کو راضی نہیں کر سکتیں؟ کاش! ہم بھی اپنے گناہوں پر شرمندگی ہوں تاکہ ہم توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کر سکیں۔

افسوس گھٹتی جا رہی ہے روز زندگی
پر میں دبی ہی جاتی ہوں عصیاں کے بار میں
کر مغفرت میری تیری رحمت کے سامنے
میرے گناہ یا خدا ہیں کس شمار میں

اللہ کریم کی بارگاہ میں فوراً سے پہلے توبہ کر لینی چاہیے۔ بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ پاک قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (۲۲۲) (پ2، البقرۃ:222) ترجمہ: بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یقیناً زندگی کا کوئی بھروسا نہیں، نجانے کب کہاں اور کس حالت میں موت آجائے! اگر معاذ اللہ توبہ کئے بغیر موت آگئی تو قبر میں سخت شرمندگی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح گناہوں سے توبہ کرنے کے بہت فضائل و برکات ہیں اسی طرح توبہ نہ کرنے والوں کے لیے بھی سخت سزائیں مقرر ہیں۔ چنانچہ ہمیں روزانہ توبہ و استغفار کی عادت بنانی چاہئے اور توبہ و استغفار کو اپنے اوپر لازم کرنا چاہیے اور اس نیک عمل کے ساتھ ساتھ باقی تمام نیک اعمال کو اپنا کر اپنی آخرت بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے نیز ہر انگریزی ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنے علاقے میں دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں ذمہ دار اسلامی بہن کو نیک اعمال کا رسالہ جمع کروانے کا معمول بنانا چاہیے ان شاءاللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

---

1 اِحیاء العلوم، 4/4 ملخصا
2 مراٰۃ المناجیح، 3/353
3 فتاویٰ رضویہ، 15/656
4 تفسیر نور العرفان، ص376 ماخوذاً
5 کیمیائے سعادت، 2/755
6 ابن ماجہ، 4/491، حدیث:4250
7 کتاب التوابین، ص163، 164
8 بخاری، 4/190، حدیث:6307

اپنی جھوٹی تعریف سننے کا وبال

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸۸) (پ4،اٰلِ عمرٰن:188) ترجمہ: ہر گز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں۔ انہیں ہر گز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر

لَا تَحْسَبَنَّ میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم یا ہر اس شخص سے ہے جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے۔[1] اَلَّذِیْنَ سے مراد سردارانِ یہود و منافقین ہیں۔ یَفْرَحُوْنَ فَرَحٌ سے بنا اس کے معنی شیخی کے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ(۷۶) (پ20،القصص:76) ترجمہ: شیخی نہ مار و اللہ شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔ تیسری جگہ فرمایا: وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْاؕ (پ11،یونس:58) ترجمہ: اللہ کی رحمت پر خوشیاں مناؤ۔

یُحِبُّوْنَ حُبٌّ سے بنا اس کے معنی چاہنا، پسند کرنا۔ منافقین اور یہود کے سردار بُرے کام کر کے خوش ہوتے ہیں اور اپنی تعریفیں چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا: فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ (پ4،اٰلِ عمرٰن:188) (ترجمہ: انہیں ہر گز عذاب سے دور نہ سمجھو۔)[2] بِمَاۤ اَتَوْا سے مراد ان کے کرتوت ہیں یعنی دھوکا دینا اور حق چھپانا۔ جبکہ بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا سے مراد وعدہ پورا کرنا، حق ظاہر کرنا اور سچی خبر دینا مراد ہے۔[3] بِمَفَازَةٍ کے معنی فوز و کامیابی، نجات۔ فَوز کے لغوی معنی آفتوں سے دوری ہے۔ کامیاب انسان ناکامی سے دور رہتا ہے۔[4]

شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ کے شانِ نزول میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ چند اقوال پیشِ خدمت ہیں:

(1) جب نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کسی غزوے میں تشریف لے جاتے تو بعض منافقین پیچھے رہ جاتے اور آپ کے ساتھ نہ جاتے بلکہ اپنے عمل پر خوش ہوتے کہ وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ نہیں گئے، جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم واپس آتے تو وہ مختلف حیلے بہانے بناتے، قسمیں کھاتے اور جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر اپنی تعریف کیے جانے کو پسند کرتے۔ اس پر یہ آیتِ مبارک نازل ہوئی۔[5]

(2) مروان نے اپنے دربان سے کہا: اے رافع! حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ ہر شخص اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو کام اس نے نہیں کیا اس پر بھی اس کی تعریف کی جائے۔ اگر عذاب دیا جائے تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ چنانچہ جب وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس چیز کو چھپا لیا اور آپ کو کچھ اور بتا دیا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات پر تعریف کے خواہش مند تھے کہ انہوں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سوال کے جواب میں جس چیز کی خبر دی ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوش ہو رہے تھے کہ انہوں نے حق چھپا لیا۔ پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اور اس سے پہلے والی آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی۔[6]

(3) یہود بادشاہوں سے کہتے تھے کہ بے شک ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں کہ اللہ پاک آخری زمانے میں ایک نبی کو بھیجے گا جس کے ساتھ ہی وہ سلسلۂ نبوت کو ختم فرمادے گا۔ جب اللہ پاک نے حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بھیجا تو بادشاہوں نے ان یہودیوں سے پوچھا: کیا یہی وہ نبی ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو؟ تو بادشاہوں کے مالوں کی لالچ میں مبتلا یہودیوں نے کہا: یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ تو بادشاہوں نے انہیں خزانوں سے نوازا۔ اس پر اللہ پاک نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا (پ4، اٰل عمرٰن:188)

ترجمہ: ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ یعنی وہ بادشاہوں سے بولے جانے والے جھوٹ پر خوش ہورہے ہیں کہ اس پر انہیں دنیوی ساز و سامان حاصل ہو گیا۔[7]

(4) یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان اور جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔[8]

(5) علما کا لبادہ اوڑھنے والے بعض لوگ دنیا کا مال و متاع مل جانے پر خوش ہوتے تھے، کیونکہ وہ لوگوں کے لیے گمراہی کا راستہ مزین کرتے اور پسند کرتے کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں تاکہ لوگ ان کو علما کہیں حالانکہ وہ علما نہ تھے۔ وہ لوگوں کو ہدایت پر ابھارتے نہ بھلائی کی ترغیب دلاتے لیکن پھر بھی وہ چاہتے تھے کہ لوگ ان کے متعلق کہیں کہ انہوں نے ایسا کیا ہے۔[9]

(6) تعریف پسند کرنے والوں سے مراد اہلِ کتاب ہیں۔ ان پر کتاب نازل کی گئی مگر انہوں نے ناحق فیصلے کئے اور اللہ پاک کے احکام میں تبدیلی کر دی اور اس پر وہ خوش بھی ہوئے۔ وہ اس خیال میں رہے کہ وہ تو اللہ پاک کی عبادت کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ پاک کی اطاعت بھی کرتے ہیں تو اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا (پ4، اٰل عمرٰن:188)

ترجمہ: ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ یعنی انہوں نے اللہ پاک اور حضور کا انکار کیا، اس کے باوجود وہ پسند کرتے کہ ان کی ان کاموں یعنی نماز روزوں کی تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں۔[10]

(7) یہود کے بعض لوگوں نے اپنے بعض لوگوں کی طرف لکھ کر بھیجا کہ محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) نبی نہیں ہیں، لہٰذا تم اپنی اس بات پر پکے ہو جاؤ، اپنے دین اور اپنی وہ کتاب جو تمہارے پاس موجود ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ اس پر خوش ہوئے اور انہوں نے اس بات پر بھی خوشی منائی کہ یہود حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا انکار کرنے پر متفق ہیں۔[11]

(8) یہود نے نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نام پاک چھپایا اور اس پر خوش ہوئے۔ وہ اپنے آپ کو پاکیزہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم روزہ دار، نمازی اور زکوٰۃ ادا کرنے والے لوگ ہیں۔ نیز ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں تو ان کے بارے میں اللہ پاک نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور گویا فرمایا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم (کا نام پاک) چھپا کر خوش ہوتے ہیں اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ عرب ان کی اپنی جانوں کو ستھرا کرنے پر ان کی تعریف کریں، حالانکہ وہ ایسے نہیں تھے۔[12]

(9) یہودی اس بات پر خوش تھے کہ انہوں نے کتاب میں جو تبدیلیاں کی ہیں وہ لوگوں کو بھلی لگیں اور لوگوں نے اس پر ان کی تعریف بھی کی، حالانکہ یہود اس کو تبدیل کرنے کے مالک نہیں تھے اور انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا تھا۔[13]

(10) خیبر کے یہودی نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم نے دین کو قبول کیا اور ہم اس دین پر راضی ہیں۔ لہٰذا وہ پسند کرتے کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف

کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں۔[14]

(11) بنی اسرائیل کے کچھ بڑے علما و عبادت گزاروں کے پاس جب بادشاہ حاضر ہوئے تو وہ ان بادشاہوں کو (ناجائز کاموں کی) رخصتیں دیتے، لہٰذا بادشاہ بھی انہیں انعام و اکرام سے نوازتے۔ جب بادشاہ ان کے پاس سے چلے جاتے تو وہ علما اس بات پر خوش ہوتے کہ بادشاہوں نے ان کی بات کو مان کر انہیں انعام و اکرام سے نوازا ہے۔[15]

(12) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہودیوں سے تورات میں موجود کسی چیز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے تورات میں لکھی باتوں کے برخلاف باتوں کی خبر دی اور خیال کرنے لگے کہ وہ تو سچے ہیں۔ نیز اپنے کئے پر خوش ہونے لگے تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام منافقین ہیں کہ آیتِ مقدسہ کے ظاہر سے یہی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ منافقین ایمان کا اظہار کرتے لیکن ان کے دل کفر پر جمے ہوئے تھے۔ وہ ایمان کے اظہار سے مسلمانوں کی تعریف کے خواہش مند رہتے تھے۔ حالانکہ وہ تو ایمان سے ہزار منزلیں دور تھے۔ وہ مومنوں کے ساتھ محبت کا دم بھرتے تھے۔ حالانکہ وہ ان کے سخت دشمن تھے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اسمِ موصول کو اپنے عموم پر رہنے دیا جائے تاکہ آیت کے حکم میں ہر وہ شخص بھی شامل ہو جائے جو نیکی کر کے عجب (یعنی نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کے بجائے اپنا کمال سمجھنے کے وبال) میں گرفتار ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، حالانکہ وہ فضائل سے بالکل خالی ہوتا ہے۔[16]

مدنی پھول

اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے۔ جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔[17] کیونکہ بزدلوں کو خان بہادر کا اور جاہلوں کو شمس العلماء کا خطاب دینا اور ان خطاب یافتہ لوگوں کا اس پر خوش ہونا طریقہ کفار ہے، اسی طرح بے علم لوگوں کا مولوی عالم، مولوی فاضل بن جانا اور اس کی ڈگری پر خوش ہونا طریقہ جہال ہے، کیونکہ آج کل بعض جاہل تدبیر کر کے مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں۔[18]

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور ان کے لئے جو حُبِ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت کے حصول کی تمنا میں مبتلا ہیں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، ہر زبان اس کی تعریف میں تر ہو، سب میرے کمال کے مُعترف ہوں، مجھے ہر جگہ عزت سے نوازا جائے، عالم نہیں ہوں پھر بھی علامہ صاحب کہا جائے، ملک و قوم کی کوئی خدمت نہیں کی پھر بھی معمارِ قوم کہا جائے، نجات دہندہ سمجھا جائے، محسنِ قوم قرار دیا جائے، میر التعارف بہترین القابات کے ساتھ ہو، ملاقات پر تپاک انداز میں کی جائے، سلام جھک کر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے دل پر غور کرلے کہ کہیں وہ حُبِ جاہ کا شکار تو نہیں ہو چکا، اگر ایسا ہو تو اس آیت سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوراً سے پہلے اُس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔ یاد رکھئے! خود پسندی اور حُبِ جاہ کے مرض میں مبتلا شخص اخروی انعامات سے محرومی کا شکار ہوتا ہے اور دل میں مُنافقت کی زیادتی، قلبی نورانیت سے محرومی، دین کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز برائی سے منع کرنے اور نیکی کی دعوت دینے سے محرومی، ذلت و رسوائی کا سامنا، اخروی لذت سے محرومی، دلی سکون کی بربادی اور دولتِ اخلاص سے محرومی جیسے نقصانات کا سامنا کر سکتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی، تعریف پسندی کی مذمت، منصب و مرتبہ کے تعلق سے اخروی معاملات اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے حالات و اقوال کا بکثرت مطالعہ کرے تاکہ ان مذموم امراض سے نجات کی کوئی صورت ہو۔[19]

جھوٹی تعریف کرنے، سننے والوں کے لیے وعید

نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم (مبالغہ کے ساتھ) مدح (تعریف) کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔[20] حضرت عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں مدح سے باطل اور جھوٹی تعریف مراد ہے، البتہ بندے کی اس چیز پر تعریف کرنا جو اس میں موجود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ کئی حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تعریف کی، لیکن ہم تک ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ آپ نے تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹی ڈالی ہو۔ یوں ہی آپ نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی تعریف فرمائی۔ (لہٰذا یہاں) منہ پر مٹی ڈالنے کے دو معنیٰ ہیں: (1) باطل تعریف کرنے والے کا شدید رد کرنا اور (2) تعریف کرنے والے کو کہا جائے: تمہیں مٹی کافی ہے۔[21]

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں مدّاحین سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لیے لوگوں کے منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنے پیٹ پالتے ہیں، جھوٹی تعریفیں کر کے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں جو کسی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں اس لیے مداحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا یعنی تعریفیں کرنے کا عادی اس کا پیشہ ور۔ بعض شارحین نے حدیث کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرأت نہ کریں دو چار جگہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کر لیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈالو ادھر توجہ نہ کرو یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو (برائی) نہ کرے کہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو زیادہ مال نہ دو اور بھی بہت معنی کیے گئے ہیں۔[22]

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو جھوٹی تعریف سے خوش ہوتا ہے شیطان اس کے دل میں گھس کر قبضہ جما لیتا ہے۔[23] امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تیری تعریف اس وصف کی وجہ سے کی جاتی ہے جو تجھ میں نہیں تو تیرا اس تعریف پر خوش ہونا انتہائی درجے کا پاگل پن ہے۔ ایسی صورت میں تیری مثال اس شخص کی طرح ہو گی جسے لوگ بطورِ مذاق کہیں کہ تمہارے پیٹ میں جو کچھ ہے کتنا ہی مُعطّر ہے اور جب تم پاخانہ کرنے جاتے ہو تو اس سے کتنی پیاری خوشبو مہکتی ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے پیٹ اور آنتوں میں ہے سوائے گندگی کے کچھ بھی نہیں پھر بھی وہ اس تعریف پر خوش ہوتا ہے، ایسا ہی تیرا حال ہے کہ تیرے زُہد و تقویٰ کی وجہ سے تیری تعریف کی جاتی ہے اور تو اس پر خوش ہوتا ہے حالانکہ اللہ پاک تیرے باطنی خبائث، چھپے ہوئے دھوکے اور تیری گندی صفات سے باخبر ہے تو ایسی خوشی انتہا درجے کی جہالت ہے۔ تُو سوچ کہ تیرے وصف پر تعریف کرنے والا اگر سچا ہے تو جو وصف تیری خوشی کا سبب ہے وہ تجھ پر اللہ پاک کا فضل ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس پر تجھے بجائے خوش ہونے کے غمگین ہونا چاہئے۔[24]

کچھ بعض مرد و خواتین اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو ان کے عیبوں کی نشاندہی کر دے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ انسان کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بُری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو کہ اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اگر کوئی تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے

تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کرلو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن وحدیث کی تعلیم سے پتا چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہوکر پھول جانے والے اللہ ورسول کو بے حد ناپسند ہیں۔ اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے اردگرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خود غرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر انسان کو بے وقوف بنایا کرتے اور جھوٹی تعریفوں سے اسے اُلّو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ پھر لوگوں سے اپنا مطلب پورا ہونے اور بیوقوف بنانے کی داستان بیان کرکے لوگوں کو خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہیں ہونا چاہیے۔[25] لوگوں کے مُنہ سے اپنی تعریف وفضائل سن کر اپنے نفْس کو قابو میں رکھنا انتہائی مشکل ہوتا ہے اس لیے اپنی تعریف سننے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر کوئی کسی کے منہ پر اس کی یا اس کے کسی عمل کی تعریف کرے تو اسے چاہیے کہ خوشی سے پھولنے کے بجائے استغفار کرے اور خود کو اللہ پاک کی خُفیہ تدبیر سے ڈرانے کی کوشش کرے کہ آج لوگ میری اور میرے جن اعمال کی تعریف کررہے ہیں، نہ جانے وہ اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول بھی ہیں یا نہیں؟ جن اعمال کی وجہ سے آج میری بزرگی و پرہیزگاری کے ڈنکے بج رہے ہیں، کل بروزِ قیامت یہ اعمال کہیں میری رُسوائی کا سبب نہ بن جائیں۔ اگر تعریف کرنے والی ایسے وصف کے ساتھ آپ کی تعریف کرے جو آپ میں موجود نہیں تو فوراً اسے منع کر دیجیے کہ میں ایسی نہیں ہوں۔ اگر آپ اپنی جھوٹی تعریف سن کر خاموش رہیں، مسکراتی رہیں یا سچی تعریف پر بھی اندر ہی اندر سے لطف اندوز ہوتی، پھولتی اور اپنا کمال تصوّر کرتی رہیں تو خود اپنی تعریف کرنے کی عادت سے دنیا و آخرت داؤ پر لگ سکتی ہے۔[26]

اگر مسکا لگانے کے لئے کسی کی تعریف کی کہ "آج آپ بہت اچھی لگ رہی ہو" تو یہ جھوٹ اور گناہ ہوگا۔ بہر حال! ہمیں مسلمان سے حُسنِ ظن رکھنا چاہئے کہ ہم اُسے اچھی لگ رہی ہوں گی جبھی وہ ایسا کہہ رہی ہے۔ البتہ! ہمیں اپنی جھوٹی تعریف سننے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی ہماری سچی تعریف کرے تو اسے بھی نرمی سے منع کرنا چاہیے۔ اگر پھر بھی وہ باز نہ آئے تو پھولنے کی بجائے اچھی اچھی نیّتیں کر لینی چاہئیں کہ اللہ پاک نے میرے عیبوں پر پردہ ڈال کر میری عبادتوں کو لوگوں پر ظاہر کیا ہے، اس سے بڑا احسان کیا ہوگا کہ اللہ پاک خود اپنے بندوں کے عیبوں کو چھپا کر ان کی عبادات کو ظاہر کر دے۔ مگر افسوس! ہمارا حال یہ ہے کہ کوئی ہماری تعریف کرے تو ہم خوش ہوتی ہیں لیکن جیسے ہی کسی عیب کی نشاندہی ہوئی ہم فوراً آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی ہماری تعریف کرے تو خوشی سے پھولنے اور غرور وتکبر کی آفت میں مبتلا ہونے کی بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا واقعی مجھ میں یہ خوبی ہے بھی یا نہیں! تاکہ اگر وہ خوبی ہو تو اللہ کا شکر ادا کروں، ورنہ اپنی اصلاح کر لوں۔ اللہ پاک ہمیں اپنی تعریف سننے سے بچنے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر روح البیان، 2/143 (2) تفسیر حسنات، 1/685، 686 (3) تفسیر روح البیان، 2/143 (4) تفسیر حسنات، 1/686 (5) بخاری، 3/198، حدیث: 4567 (6) بخاری، 3/198، حدیث: 4568 (7) تفسیر قرطبی، الجزء الرابع، 2/235 (8) تفسیر خازن، 1/334 (9) تفسیر در منثور، 2/404 (10) تفسیر در منثور، 2/404 (11) تفسیر در منثور، 2/405 (12) تفسیر در منثور، 2/405 (13) تفسیر در منثور، 2/405 (14) تفسیر در منثور، 2/405، 406 (15) تفسیر در منثور، 2/406 (16) تفسیر روح البیان، 2/143 (17) تفسیر خزائن العرفان، ص149 (18) تفسیر نور العرفان، ص118 (19) تفسیر صراط الجنان، 2/114 (20) مسلم، ص1223، حدیث: 7506 (21) مستطرف، 1/390 (22) مراٰۃ المناجیح، 6/454 (23) حلیۃ الاولیاء، 6/313، رقم: 8749 (24) احیاء العلوم، 3/355 (25) جنتی زیور، ص131 ملخصاً (26) نیکیاں چھپاؤ، ص90

کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا منع ہے!

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کاہن کے پاس آئے پھر اس کی بات کی تصدیق کرے تو وہ اس سے الگ ہو گیا جو محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) پر نازل کیا گیا۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ جو کاہن کے پاس جائے اس نے محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) پر اترے ہوئے کا انکار کیا۔[2]

شرحِ حدیث

کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا گویا ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے اور ایسے شخص کا اسلام سے بظاہر کوئی تعلق نہیں رہتا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: کاہن کے پاس جانے والے کا مجھ سے کوئی تعلق ہے نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔[3] یعنی ایسا شخص قرآن و حدیث کا منکر ہو کر کافر ہو گیا۔ یہاں کفر سے مراد شرعی کفر ہے جو اسلام کا مقابل ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو کاہن، نجومی کو عالِمُ الغیب (غیب کی باتیں جاننے والا) جان کر ان سے فال کھلوائے، غیبی خبریں پوچھے۔ اگر گناہ سمجھ کر یہ کام کرے تو فسق ہے، کفر نہیں یا یہاں کفر سے مراد لغوی معنی ہیں: (یعنی) ناشکری۔[4]

کہانت سے مراد کہانت کا معنی ہے علمِ غیب کا دعویٰ کرنا۔ جیسا کہ ایسی خبریں دینا کہ عنقریب زمین میں ایسا ہو گا۔[5] بعض کے نزدیک کہانت سے مراد کسی کا زمانۂ مستقبل کی چھپی باتوں کے متعلق آسمانی باتیں بتا کر علمِ غیب جاننے کا دعویٰ کرنا اور یہ گمان کرنا ہے کہ یہ باتیں جِنّ بتاتا ہے۔[6]

علمِ کہانت کا حکم علمِ سحر، علمِ کہانت اور علمِ موسیقی وغیرہ علومِ مُحرَّمات میں داخل ہیں۔[7] یعنی یہ علوم حرام ہیں۔

کاہن کسے کہتے ہیں؟ امام بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کاہن وہ شخص ہے جو غیب کا فیصلہ سناتا ہے، جبکہ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دے وہ کاہن ہے۔[8] علامہ ابنِ حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کاہن وہ شخص ہے جو بعض چھپی باتیں بتاتا ہے جن میں سے کچھ صحیح اور اکثر غلط ہوتی ہیں اور گمان کرتا ہے کہ یہ باتیں اُسے جِنّ بتاتا ہے۔[9] جبکہ علامہ خَطَّابی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کاہن وہ ہے جو علمِ غیب بتانے کا دعوے دار ہو اور مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں دیتا ہو۔[10]

کاہن لوگ بہت ذہین، سخت جان اور ناری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں، لہٰذا شیاطین ان سے الفت رکھتے ہیں، کیونکہ شیاطین اور ان کے درمیان ان چیزوں میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں خصوصاً عرب میں کہانت بہت عام تھی، کیونکہ اس زمانہ میں نبوت کا سلسلہ بند تھا، پھر جب اسلام آگیا تو کہانت بالکل کم ہو کر تقریباً زوال پذیر ہو گئی۔[11] بلکہ ایک قول کے مطابق اللہ پاک نے جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نبی بنایا تو ساتھ ہی کہانت باطل ہو کر معدوم ہو گئی۔[12]

عَرَّاف کون ہیں؟ بعض کے نزدیک عَرَّاف کاہن ہی کو کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد جادوگر ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: عَرَّاف وہ ہوتا ہے جو ایسے اسباب کے مقدّمات کے ذریعے اُمورِ غیبیہ جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جن کے ذریعے وہ ان امور کے واقع ہونے کی جگہوں پر استدلال کرتا ہے جیسے چوری کیا ہوا مال جس نے چوری کیا

اور جہاں سے چوری کیا گیا اس جگہ کی پہچان وغیرہ۔ بعض علمائے کرام نجومی کو بھی کاہن کہتے ہیں۔[13]

کاہن اور عراف سے مراد کون اشخاص ہیں، چونکہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، لہٰذا حکیمُ الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ان میں بنیادی فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے، علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں۔ عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں، کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ قریبِ کفر ہے۔[14] ایک مقام پر فرماتے ہیں: بعض کاہنوں کا دعویٰ تھا کہ ہمارے پاس جنات آکر ہم کو غیبی چیزیں غیبی خبریں بتاتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جاکر فرشتوں کی باتیں سن کر ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر کاہنوں نجومیوں کو بتاتے ہیں۔ بعض کاہن خفیہ علامات، اسباب سے غیبی چیزوں کا پتہ بتاتے ہیں انہیں عَرَّاف کہتے ہیں اور اس عمل کو عرافت، یہ دونوں عمل حرام ہیں ان کی اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ لفظ کاہن بہت عام ہے۔ نجومی، رَمّال، عَرَّاف سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔[15] کہانت کی اجرت کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی سے دودھ پی کر غلام سے پوچھا: تم نے یہ دودھ کہاں سے حاصل کیا؟ اس نے عرض کی: میں نے ایک آدمی کے لئے کَہانت کی (آئندہ کی بات بتائی) تھی اس نے یہ دودھ بھیجا ہے۔ آپ نے جب اس کی یہ بات سنی تو فوراً اپنے منہ میں اُنگلی ڈال کر اُلٹی کرنے لگے یہاں تک کہ گمان ہونے لگا کہ آپ کے اس عمل سے آپ کی روح پرواز کر جائے گی۔ پھر آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: یا اللہ! (جو میرے اختیار میں تھا میں نے کر لیا اور) جو کچھ رگوں نے اُٹھایا آنتوں کے ساتھ مل گیا میں اس سے تیری بارگاہ میں عذر پیش کرتا ہوں۔[16]

کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا کیسا؟ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو 40 راتوں تک اس کی توبہ روک دی جاتی ہے اور اگر اس نے اس کی بات کی تصدیق کی تو کفر کیا۔[17] ایک روایت میں ہے: جو شخص کاہن کے پاس جاکر کسی چیز کے متعلق پوچھے تو اس کی 40 دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔[18] اگر سائل تصدیق کیلئے پوچھے تو یہ حکم ہے اور اگر اس کا مذاق اڑانے اور اسے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کچھ پوچھے تو یہ حکم نہیں۔ نماز قبول نہ ہونے سے مراد نماز کا ثواب نہ ملنا ہے۔[19]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا دریافت کرنا اگر بطورِ اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے، تو کفرِ خالص ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی اس نے محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہونے والی شے کا انکار کیا۔[20] اور اگر بطورِ اعتقاد و تیقُّن (یعنی یقین رکھنے کے طور پر) نہ ہو مگر مَیل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہِ کبیرہ ہے اور اگر ہَزل واستہزاء (یعنی ہنسی مذاق کے طور پر) ہو تو عبث و مکروہ و حماقت (یعنی فضول، ناپسندیدہ، بیوقوفی) ہے، ہاں! اگر بقصدِ تَعْجِیز (یعنی اسے بے بس کرنے کے لئے) ہو تو حرج نہیں۔[21]

کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے، انہیں عالِمِ غیب جاننا، ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ ہاں! انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹ ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔[22]

کیا کاہنوں کی ہر خبر درست ہوتی ہے؟ کاہن کی بیان کردہ اکثر خبریں غلط اور جھوٹ ہوتی ہیں، البتہ بعض ان میں سے درست بھی ہوتی ہیں لیکن ان کے درست ہونے کی ہرگز یہ وجہ نہیں کہ ان کو غیب کا علم حاصل ہے۔

کاہنوں کی بعض باتیں درست ہونے کی وجہ کاہنوں کی بعض باتیں درست ہونے کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

مروی اس روایت میں مذکور ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ پاک آسمانی فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ عاجزی کی وجہ سے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے۔ پھر اللہ پاک اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے۔ جب ان کے دلوں سے کچھ خوف دور ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں: تمہارے رب نے جو فرمایا وہ حق فرمایا اور وہی بلند و برتر ہے۔ ان کی باتیں شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ سننے والے شیطان کو چنگاری جالگتی ہے اور وہ جل جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ یہ بات اپنے ساتھ والے کو بتائے اور بعض اوقات چنگاری لگنے سے پہلے وہ اپنے نزدیک والے شیطان کو جو اس کے نیچے ہوتا ہے، بتا چکا ہوتا ہے اور اس طرح وہ بات زمین تک پہنچا دی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر کے منہ میں ڈالی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر ایک کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتا ہے، اس پر لوگ اس کی تصدیق کر کے کہنے لگتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں روز ہمیں نہیں بتایا تھا کہ فلاں بات یوں ہوگی؟ چنانچہ ہم نے اس کی بات کو درست پایا حالانکہ یہ وہی بات تھی جو آسمان سے سنی گئی تھی۔[23] ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کاہنوں (کی باتیں قابلِ اعتماد ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! جو خبر وہ دیتے ہیں بعض اوقات وہ سچ نکلتی ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ کلمہ جن سے سنا ہوا ہوتا ہے جسے جنّی اچک لیتی ہے اور اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتی ہے جس طرح ایک مرغی دوسری مرغیوں کے کان میں آواز پہنچاتی ہے، پھر کاہن اس کلمہ میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں۔[24]

سطیح کاہن نے ولادتِ مصطفےٰ کی خبر دی مخزوم بن ہانی مخزومی کے والد جو کہ 150 سال تک زندہ رہے، یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت کی رات ساسانی خاندان کے مشہور بادشاہ کسریٰ کا محل ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہلنے لگا، اس کے 14 کنگرے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑے، فارس کی ہزار سال سے جلنے والی آگ ایک دم سے بجھ گئی، بحیرۂ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا اور کسریٰ نے ایک پریشان کر دینے والا خواب دیکھا کہ سرکش اُونٹوں کے پیچھے تیز رفتار عربی گھوڑے ہیں جو دریائے دجلہ کو پار کر کے اس کے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اس خواب نے کسریٰ اور دیگر کئی لوگوں کو سخت گھبراہٹ میں ڈال دیا، چنانچہ کسریٰ کے نائب نعمان بن مُنذِر نے عبدُالمسیح بن بُقَیلہ غسّانی کو سطیح کاہن کے پاس بھیجا، تاکہ اس عظیم معاملے کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ سطیح کاہن ملکِ شام میں رہتا تھا اور کہانت میں بڑی شہرت کا مالک تھا۔ جب عبدُالمسیح اس کے پاس آیا اور ابھی وہ اس کی رہائش گاہ سے باہر ہی تھا کہ سطیح نے اُسے اپنی کہانت کے زور سے وہ سب کچھ بتا دیا جس کی ابھی اس نے خبر بھی نہ دی تھی۔ پھر اس نے کہا: اے عبدُالمسیح! جب تلاوت کی کثرت ہو جائے اور صاحبِ عَصا (حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) ظاہر ہو جائیں اور وادیِ سَماوہ بہنے لگے اور بحیرۂ ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو پھر ملکِ شام سطیح کے لئے شام نہیں رہے گا، جتنے کنگرے کسریٰ کے محل کے گرے ہیں ابھی اتنے ہی بادشاہ اور ہوں گے جو یکے بعد دیگرے حکومت کریں گے، پھر ان کا سلسلۂ حکومت ختم ہو جائے گا۔ کسریٰ کا خواب اس کی بادشاہت کے خاتمے کی نشانی اور اس کے اسلام اور اہلِ اسلام کی مملکت بن جانے اور اس کے شہروں میں عربوں کے داخل ہونے کی علامت ہے۔[25]

شیاطین کو آسمانوں سے روک دیا گیا قرآنِ پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت کے بعد شیاطین کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے: وَحَفِظْنٰهَا

مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍۙ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ (پ14، الحجر:17، 18) ترجمہ: اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیاطین کو آسمانوں میں آنے جانے سے روکا نہیں جاتا تھا، لہٰذا وہ آسمانوں میں داخل ہو کر وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لایا کرتے۔ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو وہ تمام ہی آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شعلے کے ذریعے مارا جاتا۔[26]

کیا جنات کو غیب کا علم ہے؟ قراٰنِ پاک کی سورہ سبا میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں۔ کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ایک سال تک جنات اس سے لاعلم رہے، ایک سال کے بعد آپ کی وفات کا حال ان پر ظاہر ہوا۔ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو ایک سال تک اس سے لاعلم نہ رہتے۔

جنات کی خبروں کی حقیقت یقیناً بسا اوقات جنات گزرے حالات کی درست خبریں دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مثلاً آپ کو 10 سال پہلے سخت بخار آگیا تھا یا آپ 15 سال پہلے فلاں قبرستان میں ڈر گئے تھے یا آپ کے بچے کو سر پر چوٹ آگئی تھی وغیرہ۔ گزرے حالات بتانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ باتیں وہ حاضری کا جِنّ آپ کے ہمزاد سے پوچھ لیتا ہے۔ تو ہمزاد کے ذریعے ملی ہوئی اطلاع کو علمِ غیب نہیں کہتے۔ ہر شخص کے ساتھ ایک ہمزاد بھی پیدا ہوتا ہے جو کہ کافر جِنّ ہوتا ہے اور وہ ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے اس طرح کی باتیں دیکھتا رہتا ہے۔[27]

کنکریوں کا علم کیسے ہوا؟ حَجّاج بن یوسف کے پاس ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا جس کی طرف جادو کی نسبت کی گئی تھی۔ حَجّاج نے اس سے پوچھا: کیا تم جادو گر ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو حجاج نے کچھ کنکریاں لیں اور ان کو گننے کے بعد (مٹھی بند کر لی اور) پوچھا: میرے ہاتھ میں کتنی کنکریاں ہیں؟ اس نے کہا: اتنی اور اتنی۔ حجاج نے کنکریاں پھینک دیں، پھر ایک دوسری مٹھی بھری اور انہیں شمار نہ کیا، پھر پوچھا: میرے ہاتھ میں کتنی کنکریاں ہیں؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔ حجاج بولا: تجھے پہلی بار تعداد کیسے معلوم ہوئی اور دوسری بار معلوم کیوں نہ ہوئی؟ وہ کہنے لگا: ان کی تعداد آپ جانتے تھے لہٰذا آپ کے وسواس (وسوسہ ڈالنے والے) کو بھی ان کا علم ہو گیا، پھر آپ کے وسواس نے میرے وسواس کو بتا دیا اور دوسری مٹھی کی تعداد آپ کو نہیں معلوم تھی لہٰذا آپ کے وسواس کو بھی اس کا علم نہ ہوا، اس لئے اس نے میرے وسواس کو خبر نہیں دی لہٰذا مجھے بھی اس کا علم نہ ہو سکا۔[28]

ہمزاد کون ہوتا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمزاد از قسمِ شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے وہ مطلقاً کافر ملعونِ ابدی ہے سوا اس کے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا وہ برکتِ صحبتِ اقدس سے مسلمان ہو گیا۔[29] جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ ہمزاد جِنّ نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ پاک نے میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا۔[30] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر عاقل بالغ انسان کے ساتھ وسوسہ دلانے کے لیے ایک شیطان اور الہام کے لیے ایک فرشتہ ہر وقت رہتا ہے۔ جب کوئی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ابلیس کے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جسے فارسی میں **ہمزاد** عربی میں **وسواس** کہتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ابلیس کے ہر ہر آن سیکڑوں بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں، مطابق تعدادِ اولادِ انسان جیسے مچھلی، ناگن سانپ بیک وقت ہزار ہا انڈے دیتی ہے۔ طاغوتی جراثیم ہر آن

بچے دیتے رہتے ہیں۔[31]

بزرگوں کی سواری آنے کی حقیقت فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جنات سے آئندہ کے احوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ عقیدت میں ان سے اپنے معاملات کے بارے میں پوچھتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو یقین کی حد تک سچا تصوّر کر لیتے ہیں۔ یاد رکھئے! جنات سے غیب کی بات پوچھنی حماقت اور اَشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔[32]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: اگر غیب کی بات ان سے دریافت کرنی (پوچھنی) ہو جیسے بہت لوگ حاضرات کر کے موکلاں جن سے پوچھتے ہیں: فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے اور کہانت کا شعبہ بلکہ اس سے بدتر۔ زمانۂ کہانت میں جن آسمانوں تک جاتے اور ملائکہ (فرشتوں) کی باتیں سنا کرتے، ان کو جو احکام پہنچتے ہوتے اور وہ آپس میں تذکرہ کرتے (تو) یہ چوری سے سن آتے اور سچ میں دل سے جھوٹ ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے، جتنی بات سچی تھی واقع ہوتی، زمانۂ اَقدس حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس کا دروازہ بند ہو گیا، آسمانوں پر پہرے بیٹھ گئے، اب جن کی طاقت نہیں کہ سننے جائیں، جو جاتا ہے ملائکہ (فرشتے) اس پر شہاب مارتے ہیں جس کا بیان سورۂ جنّ شریف میں ہے، تو اب جن غیب سے نِرے جاہل ہیں، ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی (غیب جاننے) کا اعتقاد (عقیدہ) ہو تو کفر۔[33] حضرت علامہ مفتی محمد وقارُ الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری نہیں آتی، یہ دعویٰ فریب ہے۔ صرف جنّات کا اثر ہوتا ہے وہ بھی کسی کسی پر۔ مگر ان جنّات سے سوال کرنا یا آئندہ کا حال معلوم کرنا ناجائز ہے۔ ان سے سوال کرنا جو خود نہیں جانتے، عقل کے خلاف ہے۔[34]

شریر جنّات مختلف روپ میں آکر مسلمانوں کو ستاتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو انسانی جسم میں ظاہر ہو کر خود کو کسی بزرگ کے نام سے بھی منسوب کرتے ہیں اور پھر لوگوں کے سوالات کے الٹے سیدھے جوابات دیتے ہیں، بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں وغیرہ، اسی کو فی زمانہ حاضری کا نام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں آج کل جگہ بہ جگہ حاضرات کا سلسلہ زوروں پر ہے۔ بعض مقامات پر مرد یا عورت کو حاضری اور پھر کسی بزرگ کی سواری آتی ہے یہاں تک کہ مَعاذَ اللہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی سواری آنے کا بھی دعویٰ کیا جاتا ہے۔ مثلاً حاضری میں مبتلا عورت اب اس طرح ہم کلام ہوتی ہے کہ ہم غوثِ پاک ہیں، ہم سے پوچھو! کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ پھر مجمع میں سے لوگ سوالات کرتے ہیں[35] مثلاً "بچپن میں کسی کو ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا اور اس کے بچنے کی امید نہیں رہی تھی یا ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا تھا مگر فلاں نے علاج کیا تو بغیر آپریشن کے ٹھیک ہو گیا تھا وغیرہ اور لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔ یوں یہ لوگ اس جن کی باتوں میں آجاتے ہیں حالانکہ اس نے کوئی غیب کی بات نہیں بتائی ہوتی بلکہ ماضی کی ساری باتیں اس ہمزاد سے سن کر بتائی ہوتی ہیں۔ مسئلہ مستقبل کی خبروں کا ہوتا ہے، لہٰذا آئندہ کی خبریں نہ پوچھی جائیں کہ فلاں کام ہو گا یا نہیں ہو گا؟ مجھے فلاں جگہ نوکری ملے گی یا نہیں ملے گی؟ یا فلاں جگہ شادی کرنا چاہتا ہوں تو شادی ہو گی یا نہیں؟ میرا بچہ ٹھیک ہو گا یا نہیں ہو گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں جنّات سے پوچھنے کی نہیں ہیں کہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اگر یہ عقیدہ رکھ کر پوچھا کہ جنّات غیب بتا سکتے ہیں تو پوچھنے والا کافر ہو جائے گا، مگر افسوس! فی زمانہ جگہ جگہ یہ کاروبار چل رہے ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو اس سے نجات عطا فرمائے۔[36] یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ انسان کسی دوسرے انسان کے جسم میں حلول نہیں کرتا، ذرا سوچئے تو سہی! وہ بزرگانِ دین جنہوں نے عمر بھر

پردہ کی تعلیم دی اور اب بعدِ وفات کیسے ممکن ہے کہ وہی بزرگ بے پردہ عورتوں کے جسم میں داخل ہو کر تماشا دکھانے لگیں۔[37]

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں: مجھے کسی نے بتایا کہ فلاں صاحب پر ایک بابا کی سُواری آتی ہے اور وہ بابا آپ کے بارے میں بہت اچھی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، آپ بھی کبھی چلیے۔ مگر علمائے اہلِ سنت کی نعلین کے صدقے مجھے ان حاضریوں کا راز اچھی طرح معلوم تھا۔ خیر میں وہاں گیا۔ بابا نے وہاں بڑی رونق جمار کھی تھی۔ خوب درود خوانی اور محفلِ میلاد کے سلسلے تھے، جس کی وجہ سے کمزور عقیدے کے لوگوں کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ واقعی یہ کوئی بزرگ ہی ہیں جبھی تو نیکیاں کروا رہے ہیں۔ وہ بابا کی حاضری کا وقت نہیں تھا مگر مجھ پر چونکہ خصوصی نظرِ کرم تھی اس لئے جن صاحب پر سواری آتی تھی، وہ مجھے ایک الگ کمرے میں لے گئے۔ بابا کی تشریف آوری کا انداز بھی خوب تھا یعنی جن صاحب پر سواری آتی تھی انہوں نے ایک دم اپنا بدن تھر کانا اور پھڑکانا شروع کر دیا۔ چہرہ عجیب ڈراؤنا سا ہو گیا۔ عجیب عجیب آوازیں نکلنی شروع ہوئیں کہ اگر کوئی کمزور دل کا آدمی ہو تو بابا کی آمد کی تنہائی میں تجلیات دیکھ کر شاید چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے یا سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑا ہو۔ خیر میں ہمت کر کے بیٹھا رہا۔ جب بابا کی سواری مُسلّط ہو چکی تو بابا نے اپنا تعارف کچھ اس طرح کروایا کہ ہم بغداد شریف سے آتے ہیں اور جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں ہمارا مزار ہے۔ میں نے پوچھا: آپ انسان ہیں یا جنّ؟ تو کہا: بشر (انسان) انہوں نے اپنے آپ کو عربی بزرگ ظاہر کیا لیکن حالت یہ تھی کہ دو تین بار ایک عربی دعا پڑھی اور مجھے بھی پڑھنے کی تلقین فرمائی، دعا تو میں بھول گیا ہوں مگر یہ اچھی طرح یاد رہ گیا ہے کہ وہ اَغِثْنِی کو بار بار اَغِثْنِی کہتے تھے۔ بہر حال اختتام پر میں نے ان کو دعوت دی کہ آپ ان صاحب کے ذریعے سے نہیں تنہا کبھی تشریف لائیں پھر بات ہو گی۔ تو انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا، ہم آئیں گے۔ ہم آئیں گے۔ میں نے کہا: کب تشریف لائیں گے؟ تو پھر وہ "ہم آئیں گے، ہم آئیں گے" کہتے ہوئے تشریف لے گئے۔ رخصت کا انداز بھی نرالا تھا یعنی ان صاحب نے کچھ جھٹکے کھائے اور پھر نارمل ہو گئے۔ جب میں کمرے سے باہر آیا تو مجھ سے لوگوں نے رائے معلوم کی تو میں نے عرض کر دی کہ یہ جنّ تھا، جو جاہل اور جھوٹا تھا۔ بہر حال جو مسلمان بزرگوں کی سواری کے دعوے کرتے ہیں بعض اوقات بے قصور بھی ہوتے ہیں کہ ان پر جنّ مسلط ہو جاتے ہیں اور وہ جنّ بزرگ اور بابا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز میں ہے: منافق جنات اپنے آپ کو کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے اپنی تعظیم و تکریم کرواتے اور اپنے پوشیدہ مکر و فریب سے لوگوں کی خرابی کے درپے رہتے ہیں۔ بعض مقامات پر بزرگ کی حاضری کا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ حاضرات میں براہِ راست جنّ ہی کلام کرتا ہے اور لوگ ان سے سوالات پوچھتے ہیں اور جنات جوابات دیتے ہیں۔[38]

---

(1) ابوداود، 4/20، حدیث:3904ملتقطاً (2) ترمذی، 1/186، حدیث:135ملتقطاً (3) مجمع الزوائد، 8/173، حدیث:13126 (4) مراۃ المناجیح، 1/351ملخصاً (5) عمدۃ القاری، 14/732 (6) زواجر، 2/216 (7) بہار شریعت، 2/1037، حصہ:19 (8) عمدۃ القاری، 14/732 (9) زواجر، 2/216ماخوذاً (10) معالم السنن، 3/275 (11) عمدۃ القاری، 14/732 (12) احیاء العلوم، 2/473 (13) زواجر، 2/216 (14) مراۃ المناجیح، 2/130 (15) مراۃ المناجیح، 6/267 (16) احیاء العلوم، 2/115 (17) معجم کبیر، 22/69، حدیث:169 (18) مسلم، ص944، رقم:5821 (19) مرقاۃ المفاتیح، 8/362، تحت الحدیث:4595 (20) ترمذی، 1/186، حدیث:135 (21) فتاویٰ رضویہ، 21/155 (22) مراۃ المناجیح، 6/268 (23) بخاری، 3/254، حدیث:4701 (24) مسلم، ص944، حدیث:5817 (25) مولد رسول اللہ و رضاعہ لابن کثیر، ص22، 23ملخصاً (26) تفسیر خازن، 3/97 (27) قومِ جنات اور امیرِ اہلِ سنت، ص111 (28) لقط المرجان، ص133 (29) فتاویٰ رضویہ، 21/216 (30) مسلم، ص1158، حدیث:7108 (31) مراۃ المناجیح، 1/83 (32) تفسیر صراط الجنان، 8/129 (33) فتاویٰ افریقہ، ص177، 178 (34) وقار الفتاوی، 1/177 (35) قومِ جنات اور امیرِ اہلِ سنت، ص106 (36) کیا جنات غیب جانتے ہیں، ص2 (37) قومِ جنات اور امیرِ اہلِ سنت، ص107 (38) قومِ جنات اور امیرِ اہلِ سنت، ص107 تا 109ملتقطاً

حضور کی نماز سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضامین 29 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں)

بنتِ سید ابرار حسین
(طالبہ درجہ خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز پاکپورہ سیالکوٹ)

نماز دینِ اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے۔ نماز کو دینِ اسلام میں ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس سے متعلق فرمایا گیا کہ بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے۔[1] اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر نماز کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً پارہ 16 سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 14 میں ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۝ ترجمہ: اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اُمّت کو اللہ کریم نے یہ خصوصیت بھی عطا فرمائی ہے کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی اُمّتوں کی نسبت اس اُمّت نے اپنے نبیِّ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عبادات، ان کے اوقات اور کیفیات کو جیسے دیکھا محفوظ کر لیا۔ بعض صحابہ کرام نے سفر میں دیکھا تو وہ عمل اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا، بعض گھر میں کیے جانے والے اعمال و عبادات حضور کی مقدس بیبیوں کے ذریعے اُمّت تک پہنچے اور ایسا چرچہ ہوا کہ آج مسلمانوں بلکہ ان کے بچوں کو بھی حضور کی عبادات کا علم ہے۔ آپ کو اللہ پاک نے معراج سے مشرف فرمایا۔ اس رات آپ اپنی سر کی آنکھوں سے ربِّ کریم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس رات آپ کو بہت سے تحائف عطا فرمائے گئے۔ ان میں سے ایک تحفہ پانچ نمازیں بھی ہیں۔ آپ نے اپنی ظاہری زندگی میں نماز کی فرضیت کے بعد تقریباً 20 ہزار نمازیں ادا فرمائیں، تقریباً 500 جمعے ادا کئے اور عید کی 9 نمازیں ادا فرمائیں۔[2]

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جب معراج میں لے جایا گیا اور مقامِ قرب سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ! اب مجھے بلاؤں کے گھر (یعنی دنیا میں) واپس مت بھیج۔ اللہ پاک نے فرمایا: اے محبوب! ہمارا حکم ایسا ہی ہے، آپ دنیا میں واپس جایئے تاکہ آپ کے ذریعے شریعت قائم ہو اور جو کچھ ہم نے یہاں عطا فرمایا ہے دنیا میں بھی عنایت فرمائیں گے۔ چنانچہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو جب بھی آپ کا دل مقامِ بلند کا مشتاق ہوتا تو فرماتے: اَرِحْنَا یَا بِلَالُ بِالصَّلَاةِ یعنی اے بلال! نماز کے لئے اذان دے کر ہمیں سکون پہنچاؤ۔[3] اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کر رہے ہوتے کہ نماز کا وقت ہو جاتا تو (ہم ایسے ہو جاتے) گویا حضور ہمیں نہیں پہچانتے اور ہم حضور کو نہیں پہچانتے۔[4]

آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نماز سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی آزمائش آتی تو نماز میں مشغول ہو جایا کرتے، کیونکہ ربِّ کریم نے ارشاد فرمایا: وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ (پ 1، البقرۃ: 45) ترجمہ: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

معلوم ہوا! جب بھی کوئی مشکل آئے، کسی قسم کی کوئی پریشانی ہو، ہم نمازیں پڑھیں اور اس سے مدد حاصل کریں۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: نماز انسان کو دنیا سے بے خبر کر کے اللہ پاک کی طرف متوجِّہ کر دیتی ہے، اس لئے اس کی برکت سے دنیا کی مشکلیں دل سے فراموش ہو (یعنی بھلا دی) جاتی ہیں۔ (صاحبِ) تفسیرِ عزیزی نے اس جگہ بیان فرمایا کہ حضور

صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر میں فاقہ ہوتا تھا اور رات میں کچھ ملاحظہ نہ فرماتے (یعنی کچھ نہ کھاتے) تھے اور بھوک غلبہ کرتی تو حضور مسجد میں تشریف لاکر نماز میں مشغول ہوتے تھے۔[5]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نمازِ پنجگانہ کے علاوہ سُنَن و نوافل بھی ادا فرمایا کرتے، ان کے فضائل سے آگاہ فرماتے اور عمل کی ترغیب بھی دلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدُ اللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نفل نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر تشریف لے جاتے، لوگوں کو نماز پڑھاتے اور گھر واپس تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ جب نماز مغرب پڑھا کر تشریف لاتے تو بھی دو رکعتیں پڑھتے، پھر عشا پڑھا کر تشریف لاتے تو بھی دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر رات میں نو رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں اور رات میں بہت دیر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بہت دیر تک بیٹھ کر اور جب کھڑے ہو کر قراءت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی کھڑے ہو کر ہی کرتے اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعتیں پڑھتے۔[6] ابو داود شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ پھر آپ جاکر لوگوں کو نمازِ فجر پڑھاتے۔[7]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اول رات سوتے تھے اور آخر رات جاگتے تھے، پھر اگر آپ کو اپنی اہلیہ سے حاجت ہوتی تو حاجت پوری فرما کر سو جاتے۔ پھر اگر پہلی اذان کے وقت نہانے کی حاجت ہوتی تو جلدی کھڑے ہو کر اپنے اوپر پانی بہاتے اور اگر نہانے کی حاجت نہ ہوتی تو نماز کے لیے وضو کرتے، پھر دو رکعتیں پڑھتے۔[8] آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نماز سے محبت کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ خسوف و کسوف یعنی سورج و چاند گرہن و تیز آندھی وغیرہ کے وقت نوافل میں مشغول ہو جایا کرتے، اشراق و چاشت بھی ادا فرماتے۔ بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نمازِ عشا کے بعد کچھ دیر سوتے، پھر کچھ دیر تک اٹھ کر نماز پڑھتے، پھر سو جاتے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے، صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ کبھی دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے اور صبح صادق تک نمازوں میں مشغول رہتے۔ کبھی آدھی رات گزر جانے کے بعد بستر سے اٹھ جاتے اور پھر ساری رات بستر سے پیٹھ نہیں لگاتے تھے اور لمبی لمبی سورتیں نمازوں میں پڑھا کرتے۔ کبھی رکوع و سجود لمبا ہوتا تو کبھی قیام۔ کبھی چھ رکعت، کبھی آٹھ رکعت، کبھی اس سے کم، کبھی اس سے زیادہ پڑھا کرتے۔ عمر شریف کے آخری حصے میں کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے، نمازِ وتر نمازِ تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔[9] اللہ پاک ہمیں بھی آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نماز سے محبت کے صدقے نمازوں کا ذوق و شوق، نمازوں سے محبت اور انہیں اخلاص اور خشوع و خضوع کے ساتھ پابندی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ محمد شبیر (جوہر آباد خوشاب)

نماز وہ انمول تحفہ ہے جو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو معراج کی رات عطا فرمایا گیا۔ نماز کی اہمیت اس بات سے سمجھیے کہ عبادات کے احکام زمین پر نازل ہوئے، جبکہ نماز وہ عظیم تحفہ ہے جو معراج پر بلا کر عطا فرمایا گیا۔ سبحان اللہ! آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان یہ ہے کہ انہیں معراج پر بلایا گیا جبکہ ہم جیسی گنہگاروں کی معراج نماز قرار دی گئی۔ شبِ معراج 50 نمازوں کا تحفہ دیا گیا تھا، پھر اس میں کمی کر دی گئی۔ چنانچہ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ پانچ ہیں۔ اللہ پاک نے جب 50 نمازیں فرض فرمادیں اور پھر کمی بھی کر دی گئی تو فرمایا: اے محمد! بے شک ہمارے ہاں قول نہیں بدلتا تمہارے لئے ان پانچ میں پچاس کا ثواب ہے۔[10] یاد رہے! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی ظاہری دنیوی زندگی میں 11 سال 6 ماہ میں

تقریباً 20 ہزار نمازیں ادا فرمائیں، 500 جمعے ادا فرمائے اور عید کی 9 نمازیں پڑھیں۔[11]

آقا کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اللہ پاک کے پیغامات کو بندوں تک پہنچایا اور ساتھ میں جو احکام نازل ہوئے ان پر عمل کر کے بھی اس طرح دکھایا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مشعلِ راہ بن گئے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے رہے اور قرآنِ پاک کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔[12] جس سے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نماز سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔

عبادت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا خوفِ الٰہی بھی کمال درجے کا تھا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن شِخّیر فرماتے ہیں: ایک روز میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور رونے کے سبب آپ کے مبارک پیٹ سے تانبے کی دیگ (کے جوش) کی طرح آواز آرہی ہے۔[13]

ایک ہم ہیں کہ اگر ہمارے گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہو یعنی فاقے چل رہے ہوں تو ہم بیمار ہو جاتی ہیں اور بیماری کے سبب نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا لیکن آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیے کہ جب آپ کے گھر میں فاقہ ہوتا تھا اور بھوک غلبہ کرتی تھی تو مسجد میں تشریف لا کر نماز میں مشغول ہوتے تھے۔[14] اور اس طرح متوجہ ہوتے کہ بھوک کا احساس تک نہ رہتا۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آج ہم اللہ پاک کی لاکھوں نعمتیں کھانے کے باوجود اللہ پاک کی نعمتوں سے غافل ہو کر دنیا کی رنگینیوں میں کھو چکی ہیں جبکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے والے اور بھوک کے باوجود اللہ پاک کے صابر و شاکر اور اللہ پاک کی عبادت کرنے والے بندے تھے۔

نماز میرے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سکون کا سبب ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے: اے بلال! ہمیں نماز سے سکون پہنچاؤ (یعنی اے بلال! اذان دو تاکہ ہم نماز میں مشغول ہوں اور ہمیں سکون ملے۔)[15] آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نماز سے محبت اس عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نماز میں اتنا لمبا قیام فرمایا کرتے کہ آپ کے مبارک قدموں یا پنڈلیوں پر ورم آجاتا۔ عرض کی گئی: آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[16]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا، آپ تین بار یوں کہتے: اللہُ اکبر! ملکوت، جبروت، کبریائی اور عظمت والا۔ پھر نماز شروع کر کے سورۂ بقرہ پڑھتے، پھر رکوع کرتے تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کی طرح ہوتا۔ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر رکوع کی طرح قومہ فرماتے اور یہ کلمات کہتے: لِرَبِّیَ الْحَمْدُ، پھر سجدہ کرتے اور سجدے میں یوں کہتے: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، پھر سجدے سے سر اٹھا کر کہتے: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ، رَبِّ اغْفِرْ لِیْ۔ پھر چار رکعتیں پڑھیں جن میں سورۂ بقرہ، سورۂ الِ عمران، سورۂ نسآء، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام کی تلاوت کی۔[17] رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عبادت کے تفصیلی حالات کتبِ احادیث میں موجود ہیں، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، البتہ اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آپ کا طرزِ عمل درمیانی حد سے کم یا زیادہ ہونے سے خالی ہوا کرتا تھا، آپ تمام رات نماز پڑھتے نہ تمام رات سوتے بلکہ رات کو نماز بھی پڑھتے اور سو بھی لیتے۔[18]

---

(1) ابو داود، 4/289، حدیث: 4678 (2) فیضانِ نماز، ص 7 (3) کشف المحجوب، ص 330، 331 ملخصاً (4) احیاء العلوم، 1/205 (5) تفسیرِ نعیمی، 1/299، 300 (6) مسلم، ص 287، حدیث: 1699 ملتقطاً (7) ابو داود، 2/29، حدیث: 1251 (8) مسلم، ص 291، حدیث: 1728 (9) سیرتِ مصطفٰی، ص 595 ملخصاً (10) ترمذی، 1/254، حدیث: 213 (11) فیضانِ نماز، ص 7 (12) شمائلِ محمدیہ، ص 165 تا 166، حدیث: 261 (13) شمائلِ محمدیہ، ص 184، رقم: 305 (14) تفسیرِ نعیمی، 1/300 (15) معجم کبیر، 6/277، حدیث: 6215 (16) بخاری، 1/384، حدیث: 1130 (17) ابو داود، 1/332، حدیث: 874 (18) سیرت رسول عربی، ص 364

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط:1)

اللہ پاک کی تمام مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ اور بلند شان و عظمت والے وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ پاک نے مخلوق کی رہبری کے لیے منتخب فرمایا اور نبوت کا تاج پہنا کر انہیں عزت بخشی، پھر اس مقدس جماعتِ انبیا میں بھی مختلف درجات رکھے اور ان میں بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، چنانچہ ان میں سب سے زیادہ فضیلت والی وہ پانچ ہستیاں ہیں جو صبر و ہمت میں دیگر انبیائے کرام سے ممتاز ہیں اسی وجہ سے انہیں بطورِ خاص اولوالعزم یعنی ہمت والے رسول کہا جاتا ہے اور یہ پانچوں حضرات بشمول دیگر انبیائے کرام (علیہم السلام) کے تمام انسانوں، فرشتوں، جنات اور تمام مخلوقاتِ الٰہیہ سے افضل ہیں۔[1] انہی اولوالعزم رسولوں میں سے **حضرت موسیٰ علیہ السلام** بھی ہیں جنہیں اللہ پاک سے بغیر واسطے کے ہم کلامی کا شرف پانے کے سبب **کلیمُ اللہ** کا لقب ملا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مبارک سیرت کا اگر جائزہ لیا جائے تو آپ کی ولادت سے لے کر فرعون کے محل میں پرورش پانے تک، والدہ سے بچھڑنے سے لے کر والدہ کا دودھ نوش فرمانے تک، فرعون کے منہ پر طمانچہ مارنے سے لے کر اس کے سامنے کلمۂ حق بلند فرمانے تک آپ کی مبارک زندگی عجائبات و معجزات سے بھری پڑی ہے۔ قرآنِ مجید میں کہیں مختصراً تو کہیں تفصیل کے ساتھ کثرت سے آپ کے واقعات و معجزات بیان فرمائے گئے ہیں، یہاں آپ کے چند معجزات و عجائبات اور خصوصیات پیشِ خدمت ہیں:

فرعون کا خواب اور ولادتِ موسیٰ فرعون ایک انتہائی بد اخلاق، سخت دل، مغرور و متکبر اور ظالم و جابر بادشاہ تھا، اس نے ایک خواب میں بیت المقدس کی طرف سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی جس نے مصر کو گھیر کر تمام قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کو کچھ نقصان نہ پہنچایا، فرعون اس خواب سے بڑا فکر مند ہوا اور اس کی تعبیر پوچھی تو بتایا گیا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری ہلاکت اور تیری بادشاہت کے ختم ہونے کا سبب ہو گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بھی بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور بچیوں کو چھوڑ دیا جائے، چنانچہ اس کے حکم پر ایک عرصے تک بچوں کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری رہا اور اس دوران 12 یا 70 ہزار کی تعداد میں بچے ذبح کیے گئے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان دنوں بنی اسرائیل کے بوڑھے بھی بہت تیزی سے مرنے لگے، قبطی سردار گھبرا کر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ ان کے بوڑھے اتنی تیزی سے مر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کے بچے بھی ذبح کیے جا رہے ہیں، اگر یہی سلسلہ رہا تو ہم مشقت میں پڑ جائیں گے، ہمیں خدمت گار کہاں سے ملیں گے؟ لہٰذا فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال چھوڑ کر بچے قتل کیے جائیں۔ چنانچہ چھوڑنے کے سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور قتل والے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔[2]

آگ ٹھنڈی ہو گئی فرعون نے ہر طرف اپنے جاسوس چھوڑ

رکھے تھے اور دائیاں مقرر کر دی تھیں جو حاملہ عورتوں کے پاس جاکر دیکھتیں، اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اسے قتل کر دیتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت انہی دائیوں میں سے ایک دائی آپ کی والدہ کے پاس آئی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، یہ شان دیکھ کر دائی کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوگئی اور وہ اپنا کام کرنے سے باز رہی، نیز اس نے آپ کی والدہ سے کہا کہ فرعون کے جاسوسوں سے اس بچے کی حفاظت کرنا! یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ دائی کو گھر سے نکلتا دیکھ کر فرعون کے جاسوس گھر کی طرف آئے، آپ کی بہن نے والدہ کو بتایا کہ فرعونی اس طرف آرہے ہیں، جلدی میں آپ کی والدہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا وہ حواس باختہ ہوگئیں اور آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا، فرعونی آئے اور انہوں نے سارا گھر چھان مارا مگر بچہ کہیں نہ ملا، والدہ سے پوچھا: دائی کیوں آئی تھی، جواب دیا کہ وہ میری دوست تھی اور ملاقات کرنے آئی تھی، جب وہ چلے گئے تو والدہ کو ہوش آیا اور انہوں نے بیٹی سے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ بہن نے لاعلمی کا اظہار کیا، اتنے میں تنور سے رونے کی آواز آئی، انہوں نے جاکر دیکھا تو آگ بچے پر ٹھنڈی و سلامتی والی ہوچکی تھی۔ والدہ نے آپ کو صحیح سلامت تنور سے باہر نکال لیا۔

بڑھئی کی توبہ والدہ کو جب یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ فرعون بچے کی تلاش میں جد و جہد کر رہا ہے اور وہ اس سے باز نہیں آئے گا تو ان کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک صندوق بنوائیں اور اس میں ان کو رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ آپ صندوق لینے بڑھئی کے پاس گئیں، اس نے پوچھا کہ اس چھوٹے صندوق کا کیا کروگی؟ انہوں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا، بڑھئی فرعونیوں میں سے تھا، اس نے صندوق فروخت کر دیا اور ان کے جانے کے بعد فوراً ان لوگوں کے پاس گیا جو بچوں کو قتل کرنے پر مامور تھے تاکہ انہیں بچے کی خبر دے سکے، مگر وہاں پہنچ کر اس کی زبان بند ہوگئی اور وہ کلام کرنے سے محروم ہوگیا، ہاتھ کے اشاروں سے سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام! ان لوگوں نے اسے پاگل سمجھ کر مار پیٹ کر وہاں سے بھگا دیا، جب گھر آیا تو زبان کھل گئی، پھر بتانے چلا گیا، مگر وہی ہوا جو پہلی بار ہوا تھا، مار کھا کر گھر آیا تو پھر زبان کھل گئی، تیسری بار گیا تو اب اللہ پاک نے اس کی زبان اور آنکھ دونوں لے لی نہ کچھ بول سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا، اب گھر آکر یہ سچے دل سے تائب ہوا اور کسی کو نہ بتانے کا عہد کیا تو اللہ پاک نے اس کی زبان اور آنکھ اسے لوٹا دی، پھر اس نے اللہ پاک کو سجدہ کیا اور عرض کی: مولیٰ! میری اس نیک بندے کی طرف رہنمائی فرما! اللہ پاک نے اسے راہ دکھائی، وہ ایمان لایا، آپ کی تصدیق کی اور جان گیا کہ یہ معاملہ اللہ پاک کی طرف سے ہے۔(3)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہی اللہ پاک نے آپ کی والدہ کو یہ الہام فرما دیا تھا کہ اس بچے کو دودھ پلاتی رہنا اور جب فرعون کی طرف سے خطرہ ہو یا بچے کے رونے کی وجہ سے پڑوسیوں سے خطرہ ہو کہ وہ فرعون سے شکایت کر دیں گے تو اسے دریا میں ڈال دینا اور تم فکر مت کرنا! ہم اس کی حفاظت کریں گے، اسے تمہاری طرف واپس لوٹائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔ آپ کو دریائے نیل میں ڈالنے سے پہلے آپ کی والدہ نے کتنے عرصے تک دودھ پلایا؟ اس میں اختلاف ہے، چنانچہ ایک قول کے مطابق چار ماہ تک آپ کی والدہ نے دودھ پلایا اور اتنے عرصے تک آپ نہ روئے اور نہ کوئی حرکت کی جس سے دوسروں کو شک ہو۔ چار ماہ کے بعد آپ روئے تو خطرے کے پیش نظر آپ کی والدہ نے آپ کو دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔(4)

---

(1) بہارِ شریعت، 1/52-54، حصہ: 1 ملخصاً (2) تفسیر خازن، 1/52 (3) تفسیر بغوی، 3/373 (4) تفسیر بغوی، 3/373 ملخصاً

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

141

دُرِّ منثورِ قرآں کی سِلکِ بہی
زوج دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **دُرِّ منثور:** بکھرے موتی۔ **سِلکِ بہی:** خوبصورت لڑی۔ **زوج:** خاوند۔ **دو نورِ عفت:** یہاں اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کی دو شہزادیاں ہیں۔

مفہوم شعر: قرآنِ کریم کے بکھرے ہوئے موتی یعنی پاروں کو ایک خوبصورت لڑی میں پرونے والے اور یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کی دو شہزادیوں کا خاوند بننے کا شرف پانے والے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام۔

شرح: دُرِّ منثورِ قرآں کی سِلکِ بہی: امیر المومنین حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن پاک کے تمام صحائف جمع کر لیے تھے، مگر تین کام باقی رہ گئے، جمع شدہ صحائف کو ایک مصحف میں نقل کرنا، پھر اس ایک ہی مصحف کے نسخے اسلامی ممالک کے تمام شہروں میں تقسیم کرنا اور سب کو لہجۂ قریش پر پڑھنے کا حکم دینا۔ یہ تینوں کام اللہ پاک نے امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے لیے اور قرآن عظیم کا جمع کرنا وعدۂ الٰہیّہ کے مطابق مکمل ہوا، اس لیے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو **جامع القرآن** کہتے ہیں۔(1)

زوج دو نورِ عفت: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور و معروف لقب **ذوالنّورین** یعنی دو نور والا بھی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کی دو شہزادیاں حضرت رقیّہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما آئیں، اسی وجہ سے آپ کو **ذوالنّورین** کہا جاتا ہے۔ لوگ تو کسی کو اپنی ایک بیٹی دے کر پچھتاتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے حضرت عثمانِ غنی سے ارشاد فرمایا: اے عثمان! اگر میری 40 لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیتا یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔(2) سبحٰن اللہ! یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے نکاح میں دو نبی زادیاں آئیں ورنہ آج تک کسی نبی کی دو لڑکیوں کا نکاح ایک شخص سے نہیں ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذو النورین جوڑا نور کا

142

یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **قمیصِ ہُدیٰ:** ہدایت کی قمیص، مراد خلافت ہے۔ **حُلّہ پوشِ شہادت:** شہادت کا لباس پہننے والے۔

مفہوم شعر: ہدایت کی قمیص (خرقۂ خلافت) پہننے والے اور اس کی حفاظت کے خاطر جام شہادت نوش فرمانے والے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ: حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا تھا: اے عثمان! اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر لوگ تم سے وہ اتارنا چاہیں تو تم ان کی وجہ سے اسے مت اتارنا۔(3) یعنی اللہ آپ کو خلافت عطا فرمائے گا، لوگ تم کو معزول کرنا چاہیں گے تم ان کے کہنے سے خلافت سے دست بردار نہ ہونا کیونکہ تم حق پر ہوگے وہ باطل پر۔(4) حضرت عثمانِ غنی نے حضور کے اس ارشاد کو یاد رکھا اور جب فسادیوں کے محاصرے پر آپ سے ان کا مقابلہ کرنے کی اجازت طلب

کی گئی تو فرمایا: مجھ سے حضور نے وعدہ لیا تھا لہٰذا میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔[5] آپ نے اپنے آقا سے کیے ہوئے عہد کو خوب نبھایا اور اسی منصب اور عہد کو نبھاتے ہوئے 35 ہجری ذوالحجۃ الحرام میں نہایت مظلومیت کے ساتھ شہید کئے گئے۔

143

مرتضیٰ شیرِ حق اَشجعُ الاَشجعین
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: مرتضیٰ: پسندیدہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب۔ **شیرِ حق:** خدا کا شیر۔ **اَشجعُ الاَشجعین:** بہادروں کا سردار۔ **ساقی:** پلانے والا۔ **شِیر:** دودھ۔

مفہومِ شعر: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو خدا کے شیر، بہادروں کے سردار اور اپنے مہمان کو بھی دودھ و شربت پلانے والے ہیں ان پہ لاکھوں سلام۔

شرح: مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف و کمالات میں سے ہے کہ آپ اللہ پاک کے شیر اور تمام بہادروں کے سردار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے آپ کو اسدُ اللہ یعنی اللہ پاک کا شیر کے لقب سے نوازا، آپ کی جرأت و بہادری کا چرچا تمام عالم میں ہے، آپ ایسے بہادر ہیں کہ بڑے بڑے بہادر آپ کے نام کی ہیبت سے کانپ اٹھتے۔ بقولِ شاعر

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَافَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَار

آپ کی بہادری کا عالم یہ تھا کہ ہجرت کی رات آپ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کے بستر مبارک پر بے خوف و خطر چادر اوڑھ کر مزے کی نیند سو گئے، حالانکہ جانتے تھے کہ باہر دشمن قتل کے درپے ہیں، گویا کہ آپ بخوبی جانتے تھے:

یہ سلانا میرے حضور کا ہے

144

اصل نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا
بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: اصل: بنیاد۔ **نسلِ صفا:** پاکیزہ نسل۔ **وجہ:** ذریعہ۔ **وصل:** ملاقات۔ **باب:** دروازہ۔ **فضل:** فضیلت۔

مفہومِ شعر: سادات کرام کی پاک وصاف نسل کی بنیاد اور جڑ، اللہ کے وصل کا ذریعہ اور فضلِ ولایت کے دروازے یعنی مولا علی رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام۔

شرح: ہر شخص کی نسل اس کے بیٹوں اور پوتوں سے چلتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کی مبارک نسل آپ کے دونوں نواسوں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے جاری ہوئی لہٰذا قیامت تک تمام ساداتِ کرام کی جڑ اور اصل حضرت علی ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اللہ پاک نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی صلب میں رکھی مگر میری اولاد علی کے صلب میں۔[6]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت و عقیدت اللہ پاک کی محبت اور اس کا قرب پانے کا ذریعہ ہے، کیونکہ میرے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: علی کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔[7] آپ قیامت تک آنے والے تمام ولیوں کے پیشوا ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھ سے علی کے متعلق عہد لیا ہے کہ علی ہدایت کے عَلَم (یعنی نشانی وعلامت)، ایمان کے مینارے، ولیوں کے امام اور میرے تمام فرمانبردار بندوں کا نور ہیں۔ کل قیامت کے دن میرے حوض پر میرے امین اور میرے جھنڈے کو اٹھانے والے ہوں گے۔ علی میرے رب کی جنت کے خزانوں کی چابیوں کے امین ہوں گے۔[8] اسی لیے تو ہم کہتے ہیں:

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
وہ لاکھ سجدے کرے اک گناہ معاف نہیں
دل میں ہو بغضِ علی اور بدن پر احرام
تیرے نصیب کے چکر ہیں یہ طواف نہیں

---

(1) فیضانِ صدیقِ اکبر، ص419، 420 ملخصاً۔ فتاویٰ رضویہ، 26/450تا452 ملخصاً (2) تاریخ ابن عساکر، 39/42، رقم: 7770 (3) ترمذی، 5/394، حدیث: 3725 (4) مراۃ المناجیح، 8/402 (5) ترمذی، 5/397، حدیث: 3731 (6) مسند الفردوس، 1/172، حدیث: 643 (7) مستدرک، 4/118، حدیث: 4737 (8) الکامل فی ضعفاء الرجال، 8/459، رقم: 2035

مدنی مذاکرہ

بچے کو مارنے پر شدید چوٹ یا قانونی مسائل ہو سکتے ہیں

سوال: بعض اوقات مارنے والے کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ میرا ہاتھ کتنا وزن دار ہے جس کے لگنے سے بچے کو کتنی تکلیف پہنچ سکتی ہے، کئی مرتبہ ایسا بھی دیکھنے سننے کو ملتا ہے کہ جوش میں آکر ایسا ہاتھ مار دیا کہ بچے کا سانس رک گیا۔ اس حوالے سے کچھ بیان فرما دیجیے۔

جواب: میرا مشورہ یہی ہے کہ بچے کو مارنے کے بجائے ڈرا کر کام چلانا چاہیے۔ اب تو Human Right (انسانی حقوق) کے قوانین کے تحت بچوں کو مارنے پر قانونی کاروائیاں بھی ہو رہی ہیں۔ ایسا مارنا جس کو وحشیانہ مار کہتے ہیں اپنی ڈکشنری سے نکال دینے میں ہی عافیت ہے۔ استاد بھی ڈانٹ ڈپٹ سے ہی گزارا کرے۔ بعض اوقات مارنے سے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں مثلاً خاندان والے آکر انتقام لیتے ہیں، مار ماری ہوتی ہے اور پولیس کیس بھی بن جاتے ہیں لہٰذا استاد ڈرانے دھمکانے کی حد تک سختی کرے اور تربیت کے لیے مار کے بجائے پیار سے کام لے۔ یاد رہے کہ سدھار کے لیے پیار زیادہ دینا ہوتا ہے۔[1]

مار پٹائی سے گریز کیجیے

سوال: قرآنِ پاک پڑھنے والا بچہ اگر چھٹی کرے، اپنی پڑھائی پر توجہ دینے کے بجائے لاپرواہی برتے بلکہ مذاق مستی کرے تو اس صورت میں قاری صاحب کو اس کے ساتھ کیسا انداز اختیار کرنا چاہیے؟ کیا وہ اس پر سختی کرتے ہوئے مار پیٹ سکتے ہیں؟

جواب: شریعت کے دائرے میں ہی رہنا ہوگا۔ ہمارے مدارس المدینہ میں مارنا تو بہت دور کی بات ہے ہاتھ لگانا تک منع ہے اور ڈنڈی رکھنے کی تو بالکل اجازت ہی نہیں ہے۔ قاری صاحبان کو چاہیے وہ ان بچوں کو شفقت اور پیار سے پڑھائیں ضرورتاً ڈانٹا جائے یا آنکھیں دکھائی جائیں لیکن اس میں بھی گالی گلوچ، چیخ و پکار یا مسجد کی توہین نہ ہو اور نہ ہی بے حیا اور بے غیرت وغیرہ قسم کے گھٹیا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ اگرچہ یہ گندی گالیاں نہیں لیکن پھر بھی ان الفاظ سے بھی بچا جائے۔ بچوں کو ان کا معنیٰ معلوم نہیں ہوگا اور وہ دوسروں کے سامنے ذکر کر دیں گے کہ قاری صاحب نے ہمیں یہ القاب دیئے ہیں، لہٰذا اچھے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں اور حکمتِ عملی کے ساتھ ڈرایا جائے۔

بچوں کو سزا دینے کا طریقہ

ہمارے یہاں مدارس المدینہ میں پہلے طالب علم کو ہاتھ اونچے کروا کر کھڑا کر دیا جاتا تھوڑی ہی دیر میں اس کو پتا لگ جاتا تھا۔ یہ سزا بھی زیادہ دیر تک نہیں دینی چاہیے کہ بچے کے ہاتھ میں ہی درد ہو جائے بلکہ مناسب وقت تک ہو جیسے ہاتھ اٹھوا کر کہا جائے کہ 111 تک گنتی گنو اس دوران قاری صاحب دیکھتے رہیں گنتی مکمل ہونے پر بٹھا دیں۔ یوں نہ مار پٹائی ہوئی اور نہ کوئی نقصان۔ مار پٹائی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ہو سکتا ہے بچہ مزید ڈھیٹ اور اپنے قاری صاحب ہی سے بدظن ہو جائے۔ جو والدین بھی بچوں کو مارتے ہیں ان کے بچے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ اسکول ٹیچروں

کے ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ کسی ٹیچر نے طالب علم کو مارا پیٹا تو اس طالبِ علم نے انتقام لینے کے لیے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس ٹیچر کی ٹھکائی لگا دی۔ اب بھی شاید اس طرح کے واقعات ہوتے ہوں گے بلکہ ہو سکتا ہے پہلے سے زیادہ ہو گئے ہوں کیونکہ الیکٹرونک میڈیا پر مارنے کے طریقے بھی سکھائے جاتے ہوں گے کہ یوں مارنا ہے یوں گھسیٹنا ہے اور بھی نہ جانے کیا کیا کرتے ہوں گے۔ مار پیٹ کی دنیا بھر میں بدنامی ہے۔ اگر کوئی مسلمان یا عالمِ دین بلکہ کوئی داڑھی والا بھی مار پٹائی کرے گا تو مذہبی طبقے کی بدنامی ہو گی اور اب تو سوشل میڈیا کا دور ہے لوگ سوشل میڈیا پر اس طرح کی باتیں پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر غیر مسلم بھی اس کا غلط تأثر دیتے ہیں کہ اسلام میں مار دھاڑ ہے حالانکہ اسلام میں تو چیونٹی پر بھی ظلم کا تصوّر نہیں ہے۔[2] اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان مار دھاڑ کرتا ہے تو یہ اس کا Personal Meter (یعنی ذاتی مسئلہ) ہے۔ اسلام نے اس کو مار دھاڑ کی اجازت نہیں دی لہٰذا جو بھی اس انداز سے مار دھاڑ کرتا ہے وہ غلط ہے۔ اسلام میں نرمی، پیار اور حُسنِ اخلاق کا درس دیا جاتا ہے اللہ کرے یہ سب کو نصیب ہو جائے۔ کسی کے بچے کو مارتے وقت اپنا بچہ یاد آنا چاہیے کہ میرے بچے کو کوئی مارے تو میں برداشت کر سکوں گا؟ یہ بھی تو کسی کا بچہ ہے میں اس کو ماروں گا تو کیا اس کے ماں باپ اس کو دیکھ سکیں گے ؟[3]

بچوں کو سمجھانے کا ایک غلط انداز

سوال: بعض اوقات والدین اپنے بچے کو کسی سے ملواتے وقت کہتے ہیں کہ اس کے لیے دعا کر دیں تاکہ نمازی ہو جائے یا اسے سمجھائیں کہ یہ شرارتیں چھوڑ دے تو ایسا کرنا کیسا؟

جواب: بچوں کو نصیحت کرنے کا یہ انداز درست نہیں اس لیے کہ اگر بچے کے سامنے کسی کو ایسا بولیں گے تو وہ شرمندہ ہو گا اور اپنے باپ کے متعلق اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ اس نے مجھے فلاں کے سامنے بے عزت کر دیا۔ ممکن ہے کہ اب اس شخصیت کی نصیحت بھی اس پر اثر نہ کرے۔ میرے پاس بھی بعض لوگ اپنے بچوں کو لے آتے ہیں کہ اسے نماز پڑھنے کا بولیں، شرارتی بہت ہے، اسے سمجھا دیں کہ والدین کو تنگ نہ کیا کرے، تو ایسے موقع پر میں پہلے والد کو الگ سے سمجھاتا ہوں کہ یہ باتیں اس کے سامنے نہیں کرنی تھیں۔ مجھے لکھ کر یا کان میں کہہ دیتے۔ سامنے کہنے سے بچے کا یہ ذہن بنتا ہے کہ باپ نے میری بے عزتی کروا دی۔ اب نصیحت کا اس پر خاطر خواہ اثر نہیں ہو گا۔ چونکہ اصلاح ایک پھونک مارنے سے نہیں ہو جاتی اس کے لیے حکمت و تدبّر سے کام لینا پڑتا ہے لہٰذا حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ بچے کو یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ میری بے عزتی کروا دی ورنہ اس کا ذہن باغی ہو جائے گا۔ یوں ہی بار بار روک ٹوک کرنا بھی بچے کو باغی بنا دیتا ہے۔ موجودہ دور میں اولاد کے باغی ہونے کے پیچھے خود والدین کا اپنا بھی کردار ہوتا ہے۔ والدین بات بات پر جھاڑتے اور مارتے ہیں جس کے سبب بچے ضدی اور باغی ہو جاتے ہیں، پھر نہ مار اثر کرتی ہے اور نہ دھاڑ لہٰذا ادب سکھانے کے لیے ضرورت سے زیادہ اور سب کے سامنے روک ٹوک نہ کی جائے، والدین کو چاہیے کہ اولاد کی تربیت کا ہنر سیکھیں اور اس کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی 188 صفحات پر مشتمل کتاب **تربیتِ اولاد** اور 32 صفحات پر مشتمل رسالے **فیضانِ مدنی مذاکرہ قسط 24** کا مطالعہ کیجیے۔[4]

بچوں کو مارنے سے ساس بہو میں جھگڑا

سوال: عورتیں اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارتی ہیں جس کی وجہ سے ساس اور بہو کا جھگڑا ہو جاتا ہے، اس کا حل ارشاد فرما دیجئے۔

جواب: بچوں کو مارنے سے مسائل ہوتے ہیں اور بارہا ایسا ہوتا ہے کہ مارنے میں شریعت کی حدیں ٹوٹ جاتی ہیں اور مارنے والا ظلم کی حد میں داخل ہو کر ظالم اور گناہ گار قرار پاتا ہے۔ اگر ماں بھی اولاد پر ظلم کرے گی تو وہ آخرت میں پھنسے گی۔ یوں ہی باپ کو بھی اجازت نہیں کہ وہ جس طرح چاہے بچوں کو مار مار کر توڑ پھوڑ ڈالے۔ پھر بات بات پر مارنا یا جھاڑنا دنیوی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے کہ اس کی وجہ سے بچہ ڈھیٹ ہو جائے گا اور اس کے دل میں آپ کی نفرت بیٹھ جائے گی پھر یہ بڑا ہو کر آپ سے انتقام لے سکتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں حق و انصاف نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 2/343 (2) ابنِ ماجہ، 3/578، حدیث: 3232 ماخوذاً
(3) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/473 (4) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/194

اسلام اور عورت

بیٹیوں کو موبائل سے بچائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

موبائل فون کے فائدے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں مگر اس کے نقصانات بھی بہت ہیں۔ اس کا بے جا استعمال وقت ضائع کرنے کا بڑا سبب ہے۔ مہنگے موبائل فون اب حیثیت کی علامت (Status Symbol) بن چکے ہیں۔ نئے اور مہنگے موبائل فون خریدنا اور استعمال کرنا فیشن کا نیا رجحان ہے۔ موبائل فون کی اس دوڑ میں بچیاں اور خواتین بھی پیچھے نہیں ہیں۔

موبائل فون کے باعث خواتین کی گھریلو زندگی تباہ ہو رہی ہے، بچیوں میں شرم و حیا اور نسوانی ہچکچاہٹ ختم ہو رہی ہے۔ بچیوں میں گھر داری سیکھنے کا رجحان ختم ہو رہا ہے۔ یہ انتہائی قابلِ افسوس اور خطرناک صورتِ حال ہے۔ بچیوں میں یہ خامیاں پیدا ہونے کا سیدھا سیدھا مطلب ان کے مستقبل یعنی ازدواجی اور گھریلو زندگی کا داؤ پر لگ جانا ہے۔

ان حالات میں بہت ضروری ہے کہ بیٹیوں کی پرورش کے اس پہلو پر خاص توجہ دی جائے اور انہیں موبائل سے دور کرنے اور گھر داری سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔

آپ کو بیٹیوں کو خود بھی سپورٹ کرنا ہو گا اس کے لئے آپ کو بھی موبائل کے غیر ضروری استعمال کو چھوڑنا ہو گا کیونکہ بیٹیاں جب دیکھتی ہیں کہ ان کے والدین بھی کثرت سے موبائل استعمال کر رہے ہیں تو ان کا اشتیاق بڑھنے لگتا ہے۔

جب بیٹیاں بارہ سال سے بڑی ہونے لگتی ہیں تو یہاں سے اُن کی تربیت کا خصوصی وقت شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً! اُمورِ خانہ داری سکھانا، سلائی کڑھائی سکھانا (اس کا شوق عموماً بچیوں کو ہوتا ہے کہ وہ اپنی گڑیوں کے کپڑے بناتی ہیں) اسی شوق کو ہوا دیتے ہوئے مائیں اپنی بیٹیوں کی سلائی، کڑھائی، بُنائی میں دلچسپی پیدا کر سکتی ہیں، بچیوں کو کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دے کر انہیں سکھائیں، وہ اپنی گڑیوں (Dolls) کے کپڑے خود بنائیں گی تو خوش ہوں گی پھر آہستہ آہستہ ان کا رجحان پیدا کریں کہ وہ اپنے لئے بھی یہ سیکھ کر بنانے کی کوشش کریں۔

اسی طرح ان کے فارغ وقت میں ان سے ڈرائنگ کروائیں، پھول بنوائیں، مہندی کے ڈیزائن بنانے میں لگائیں، یہ کام کرتے انہیں بوریت بھی نہیں ہو گی اور سیکھنے سکھانے کا سلسلہ بھی جاری رہے گا موبائل سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔

موبائل سے نجات کے لئے دستکاری کے علاوہ بچیوں کو کھانا پکانا سکھانا بھی مفید ہے، گھر کے کھانے پکانے میں اشیاء کا درست استعمال کرنا، اعتدال کے ساتھ استعمال کرنا کہ کھانا ضائع نہ ہو، بیٹی کچھ بنائے تو اس کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ اگلی بار وہ مزید شوق سے پکائے اور اچھا پکانے کی کوشش کرے، اس بات کا بھی بالخصوص خیال رکھا جائے کہ یہ سب کام بیٹیوں کو زور زبردستی نہ کروائیں بلکہ یہ سب کچھ کرنے کے لئے ان کے اندر دلچسپی پیدا کریں تاکہ وہ شوق سے کریں بوجھ سمجھ کر نہ کریں، آج کل گھر کے کاموں کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے اس چیز سے بچنا چاہئے ایسے گھر میں ناچاقیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

موبائل کے ضروری اور بجا استعمال کی گنجائش رکھیں

بچیوں کو پڑھائی کے سلسلے میں موبائل کی ضرورت پڑے تو اس کی گنجائش رکھیں، مگر والدین یہ دھیان رکھیں کہ بچی موبائل کا غیر ضروری استعمال تو نہیں کر رہی؟ انہیں بالخصوص سوشل میڈیا کے استعمال سے بچائیں۔ ٹک ٹاک، فیس بک، انسٹاگرام وغیرہ کے اکاؤنٹ بنانا، گیمز وغیرہ موبائل میں انسٹال کرلینا یقیناً یہ غیر ضروری ہے اور سوشل میڈیا نے کتنے گھروں کو برباد کیا ہے یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، اس لئے ہر ماں یہ کوشش کرے کہ زیادہ سے زیادہ اپنی بیٹیوں کو موبائل کے استعمال سے بچائے۔

گھر کا ماحول خوشگوار اور مانوس رکھیں

اکثر بیٹیاں موبائل کی طرف اور سوشل میڈیا کی طرف بڑھتی ہی اس وجہ سے ہیں کہ انہیں شروع میں گھر سے اتنی توجہ نہیں ملی ہوتی، یا تو گھر کا ماحول ایسا ہوتا ہے کہ والدین آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں یا گھر کا ماحول ہی بے سکونی و بیزاریت والا، بے جا روک ٹوک، بے جا سختی والا، یا مار دھاڑ والا ہوتا ہے کیونکہ عموماً یہی باتیں بچیوں کی گھر سے بیزاریت کا سبب بنتی ہیں پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ماں باپ توجہ چاہتے ہیں مگر اولاد توجہ نہیں دیتی، اسی لئے ہمیں بچپن میں ہی اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی ہے کہ انہیں موبائل کے بغیر جینا آئے، انہیں ضروری اور بے جا باتوں کا پتا ہو۔ یقیناً بیٹیاں نازک شیشیاں ہیں کہ ذرا سخت گرفت ہوئی تو ٹوٹ کر چکنا چور ہو جائیں گی، مائیں اپنی بیٹیوں کو زمانے کی سرد ہوا اور کالے بھیڑیوں سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں اپنی بیٹی کو بچپن سے ہی درست اور غلط کی پہچان اچھی طرح ذہن نشین کروائیں تاکہ وہ اس زمانے کے مکروفریب میں نہ پھنسے سوشل میڈیا اور موبائل فون کے ذریعے عشقِ مجازی کی وبا پھیلنے کے واقعات بہت عام ہیں، عُموماً آوارہ لڑکے نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے "ٹائم پاس" کرنے کی آڑ میں کسی نہ کسی طرح صنفِ نازک کا فون نمبر حاصل کرنے کے بعد یا فیس بک وغیرہ کے ذریعے ہی رابطہ قائم کر لیتے ہیں اور بعض اَوقات پہلا قدم صنفِ نازک ہی کی طرف سے اُٹھایا جاتا ہے، یُوں کچھ ہی عرصے میں اَجْنَبِیَّت ختم ہو جاتی جو کہ سراسر نقصان دہ اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے لہٰذا ضروری استعمال کی اجازت بھلے ہی دی جائے مگر اس کی لَت نہ پڑنے دیں غیر ضروری استعمال پر سخت پہرا دیا جائے۔

سمجھدار بڑی بچیوں کو یہ بھی سمجھائیں کہ مجبوراً انجان یا غیر مَحْرم شخص سے ضروری بات کرتے ہوئے لہجہ کرخت اور انداز گفتگو روکھا ہی ہونا چاہئے۔ انہیں سمجھائیں کہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی عزّت کا ہمیشہ مان اور پاس رکھیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں کہ خود کو اور گھر والوں کو شرمندہ ہونا پڑے۔

اللہ پاک ہماری بیٹیوں کو روشن مستقبل اور دین و دنیا کی کامیابی عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

عورت کو سلے ہوئے پاجامہ یا شلوار میں کفن دینا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بعض خواتین یہ کہتی ہیں کہ عورت کے کفن میں اس کو سلا ہوا پاجامہ یا شلوار دینی چاہئے۔ اور وہ اس پر کافی زور دیتی ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد و عورت دونوں کی میت کے لئے ازار یعنی تہبند والی چادر ہی سنت ہے۔ لہٰذا عورت کی میت کو بھی سلا ہوا پاجامہ یا شلوار پہنانا خلافِ سنت ہے۔ بالخصوص عورت کے کفن کے متعلق سنت طریقہ جو حدیثِ پاک سے ثابت ہے اس کے مطابق عورت کے کفن میں سلی ہوئی شلوار شامل نہیں ہے بلکہ تہبند یعنی بغیر سلی چادر ہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنی ایک شہزادی محترمہ کی وفات پر غسل دینے والی خواتین کو کفن کے کپڑے خود ایک ایک کر کے پکڑائے اور یہ پانچ کپڑے تھے لیکن اس میں سلی ہوئی شلوار نہیں تھی۔ اور ان پانچ کپڑوں میں سب سے پہلے اپنا تہبند شریف بطورِ تبرک عطا فرمایا اور غسل دینے والی خواتین کو فرمایا کہ یہ والی چادر ان کے جسم کے ساتھ متصل رکھیں۔

میت کو شلوار نہ پہنانے کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ زندہ شخص شلوار اس لئے پہنتا ہے کہ چلنے پھرنے اور کام کاج کے وقت اس کا سَتر (یعنی مرد و عورت کا وہ مقام جسے چھپانا واجب ہے وہ) نہ کھلے لیکن میت کے لئے ایسا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے چلنا نہیں ہوتا اس لئے میت کو شلوار کی حاجت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ انسان تہبند نیچے اور قمیص اوپر رکھتا ہے تاکہ اس کو چلنے میں سہولت رہے اور میت نے چونکہ چلنا نہیں اس لئے اس کی قمیص نیچے اور ازار (تہبند) کی چادر اس سے اوپر ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے میت کو جو قمیص پہنائی جاتی ہے اس کی آستینیں نہیں رکھی جاتی اور اس کی قمیص کو پہلوؤں کی جانب سے سلائی نہیں کیا جاتا کیونکہ زندہ انسان کو تو اپنے لباس میں اس کی حاجت ہوتی ہے جبکہ میت کو اس کی حاجت نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ میت اگر عورت ہو تو اسے بھی سنت کے مطابق کفن دینا چاہیے اور اس میں سلی ہوئی شلوار نہیں پہنانی چاہئے۔ جو لوگ سلا ہوا پاجامہ یا شلوار پہنانے پر زور دیتے ہیں وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے سنت و طریقۂ مسلمین کی مخالفت کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس سے باز آئیں اور علماء کرام نے جو شریعت کے احکام و مسائل بیان فرمائے ہیں ان کو تسلیم کر کے ان پر عمل کریں۔ اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زہد و تقویٰ (قسط 5)

گزشتہ سے پیوستہ اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکرِ خیر جاری ہے، ان کے مزید اوصاف ملاحظہ فرمائیے:

دنیا سے بے رغبتی کا عالَم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا کو ناپسند کرنے والی اور اُس کی رنگینیوں سے بے خبر تھیں۔[1] یہاں تک کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کئی راتیں ایسی آئیں کہ گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہ ہوتا، مثلاً ایک رات حضرت ابو بکر صِدّیق رضی اللہ عنہ کے ہاں سے کسی نے ایک بکری بطورِ تحفہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجی تو آپ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ مل کر اس بکری کو ذبح کرنے کا جو واقعہ بیان فرمایا ہے اس میں اس بات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اس رات گھر کی حالت یہ تھی کہ چراغ جلانے کے لئے اتنا تیل بھی نہ تھا کہ اسے جلا کر روشنی کر لیتے۔[2] اسی طرح حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی حالت یہ تھی کہ آپ نے اپنی کسی پڑوسی عورت سے چراغ جلانے کے لئے تھوڑا سا گھی ہدیۃً طلب فرمایا تھا حالانکہ اس سے کچھ دیر پہلے آپ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حکم پر گھر میں موجود سات دینار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجے تھے تاکہ وہ انہیں خیرات کر دیں۔[3] بلکہ آپ خود بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم وصالِ ظاہری فرما گئے اور میری دیوار کی الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے، ہاں تھوڑے سے جَو میری الماری میں تھے۔ میں ایک لمبا عرصہ اِس میں سے کھاتی رہی، پھر ایک مرتبہ جب میں نے اُن کو ماپا تو وہ ختم ہو گئے۔[4]

بلاشبہ یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے زہد و تقویٰ کا جو درس حاصل کیا اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہیں اور اس کی مثالیں بعد میں بھی آپ کی مبارک زندگی میں دکھائی دیتی رہیں۔ بلکہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد کئی مواقع ایسے آئے کہ آپ نے پاس موجود سب کچھ راہِ خدا میں خیرات کر دیا اور اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا، جیسا کہ ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو انگوروں سے بھری ہوئی کچھ ٹوکریاں تحفے میں بھیجی گئیں جو آپ نے تقسیم کر دیں۔ خادمہ نے بتائے بغیر اس میں سے ایک ٹوکری اٹھا لی۔ جب رات ہوئی تو خادمہ وہ ٹوکری لے کر آئی تو آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: میں نے ایک ٹوکری اپنے کھانے کے لئے رکھ لی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے ایک خوشہ کیوں نہ اٹھایا (پوری ٹوکری کیوں اٹھائی)؟ اللہ پاک کی قسم! میں اس میں سے کچھ نہ کھاؤں گی۔[5] بعض اَوقات سیدہ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بطورِ نذرانہ پیش ہوتے تو آپ انہیں ایک ہی دن میں تقسیم فرما دیتیں جبکہ آپ کا حال یہ ہوتا کہ مبارک دوپٹے پر پیوند لگے ہوتے اور

روزہ دار ہوتیں۔[6]

شاید راہِ خدا میں سب کچھ خیرات کرنے کا ایک سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ پاک مجھے جنت میں آپ کی مقدس بیویوں میں رکھے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اس رتبے کی تمنّا کرتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو اور کسی کپڑے کو اس وقت تک بے کار نہ سمجھو جب تک اس میں پیوند لگ سکتا ہو۔ اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اِس وصیت و نصیحت پر اس سختی سے عمل کرتی رہیں کہ کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کر نہ رکھا۔[7]

گمنام ہونے کی تمنا حضرت ابن ابی مُلَیکہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا: مجھے ان سے کوئی حاجت نہیں کہ یہ اپنے بارے میں کوئی صفائی پیش کریں۔ حضرت عبدُ الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امی جان! حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آپ کے گھر کے نیک آدمی ہیں، آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ تو اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اُمُّ المومنین! آپ کو خوش خبری ہو! اللہ پاک کی قسم! آپ کی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے دیگر اصحاب علیہم الرضوان کے ساتھ ملاقات میں صرف جسم سے روح کے جدا ہونے کی دیر ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام مقدس بیویوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ تھیں اور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیشہ پاکیزہ چیز سے ہی محبت فرماتے تھے۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا ایسی ہی بات ہے؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ابواء کے مقام پر آپ کا ہار گم ہو گیا تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسے تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو (وضو کے لئے) پانی بھی نہ مل سکا تو اللہ پاک نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (پ5، النسآء: 43) ترجمہ: تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ اللہ پاک نے اس اُمّت کو جو رُخصت عنایت فرمائی ہے وہ آپ کے سبب اور برکت کی وجہ سے ہے۔ مِسْطَح نے جو افواہیں پھیلائی تھیں ان کے متعلق بھی اللہ پاک نے آپ کی براءت سات آسمانوں سے نازل فرمائی۔ لہٰذا کوئی مسجد ایسی نہیں جہاں دن اور رات کے اوقات میں اللہ پاک کا ذکر کیا جاتا ہو اور آپ کی شان میں نازل ہونے والی آیات تلاوت نہ کی جاتی ہوں۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابنِ عباس! مجھے آپ اپنی صفائی و پاکیزگی بیان کرنے سے دور رہنے دیجئے! اللہ پاک کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں بھولی بسری ہوتی۔[8]

خوفِ خدا کا عالَم اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے خوفِ خدا کے غلبہ کے وقت مختلف اقوال مروی ہیں، جو آپ نے مختلف اوقات میں ارشاد فرمائے، یہ اقوال طبقات ابنِ سعد میں کچھ یوں منقول ہیں:

- کاش! میں (بجائے انسان کے) پتھر ہوتی۔
- کاش! میں درخت ہوتی۔
- کاش! کاش! میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی۔
- ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کاش! میں اس درخت کا پتا ہوتی۔
- کاش! میں گھاس ہوتی اور کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتی۔
- بوقتِ وصال فرمایا: کاش! اللہ پاک مجھے کوئی بھی چیز نہ بناتا۔[9]

---

(1) حلیۃ الاولیاء، 2/54 (2) معجم اوسط، 6/309، حدیث: 8872 (3) معجم کبیر، 6/198، حدیث: 5990 (4) بخاری، 4/234، حدیث: 6451 (5) حلیۃ الاولیاء، 2/59، رقم: 1475 (6) احیاء العلوم، 4/242 (7) مدارج النبوت، 2/472 (8) صحیح ابن حبان، 9/120، 119، حدیث: 7064 (9) طبقات ابن سعد، 8/59، 60

بچوں کا پہلا کلام

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

حضرت اُمِّ سُلَیم رضی اللہُ عنہا اپنے دودھ پیتے بچے حضرت انس بن مالک رضی اللہُ عنہ کو کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھنے کی تلقین کرتی رہتی تھیں، چنانچہ جب انہوں نے بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے یہی پاکیزہ کلمات ان کی زبان سے ادا ہوئے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بزرگ خواتین اپنی اولاد کی کتنے بہترین طریقے سے تربیت کرتی تھیں اور بچپن ہی سے انہیں اچھا مسلمان بنانے کی کوشش کیا کرتیں تھیں۔ آپ بھی کوشش کیجئے کہ آپ کے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے اللہ پاک کا مبارک نام ہی ادا ہو۔ ایک حدیثِ مبارک میں ہے: اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہلواؤ۔[2] اس لئے بچہ جوں ہی بولنے کے لائق ہو سب سے پہلے اس کی زبان سے لفظ **اللہ** کہلوایئے۔ اس کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم) کہنا سکھایئے۔

افسوس! آج کل بچوں کو ذِکرِ الٰہی سنانے کا اہتمام کرنے کے بجائے جان بوجھ کر یا انجانے میں میوزک سنایا جارہا ہوتا ہے۔ کھلونے ہوں یا کارٹونز ہر چیز میں میوزک کی موجودگی ضرور ہوتی ہے، حالانکہ میوزک سننا سنانا ناجائز و حرام ہے۔ نابالغ بچوں کو اگرچہ گناہ نہیں ملتا لیکن ان کو میوزک سنانے اور میوزک کے اسباب فراہم کرنے والے ضرور گناہ گار ہوتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کو میوزک سے دور رکھا جائے اور بچپن ہی سے ایسے کھلونے دیئے جائیں جن میں میوزک نہ ہو، اگر ہو تو میوزک والی وائر کاٹ دی جائے۔ اسی طرح ایسے کارٹونز، پوئمز اور ویڈیو گیمز سے بھی بچایا جائے جن میں میوزک ہو۔

بچوں کو میوزک سنانے سے انہیں روحانی و جسمانی دونوں لحاظ سے بڑوں سے زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے کہ بچپن کا تاثر زیادہ گہرا اور پکا ہوتا ہے۔ چنانچہ محققین بیان کرتے ہیں: میوزک نشے والی چیزوں کی طرح کام کرتا اور انسان کو اپنے آس پاس کے ماحول سے بے خبر کر کے دماغ کو دھوکا دینے والی حالت میں پہنچا دیتا ہے۔ سائنس میں اس کے کافی شواہد موجود ہیں کہ موسیقی کی کئی اقسام ذہن پر منفی اثرات ڈالتی ہیں جس سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خود بھی موسیقی سے دور رہا جائے اور بچوں کو بھی اس سے دور رکھا جائے، شروع سے ہی ان کی صحت مند ذہنی تربیت کی جائے، انہیں تلاوت و نعت کی آوازیں سنائی جائیں، انہیں انبیائے کرام، صحابہ کرام، بزرگانِ دین اور نیک لوگوں کے اخلاقی اسباق پر مشتمل نصیحت آموز قصے سنائے جائیں، میوزک سے 100 فیصد پاک مدنی چینل دکھایا جائے، یوٹیوب چینل کڈز لینڈ کے سبق آموز کارٹونز دکھائے جائیں تو ان شاء اللہ ان کا ذہن بہت مثبت و بابرکت اثرات لے گا اور جب بچہ بڑا ہو گا تو اس کے دل میں ان شاء اللہ خدا اور رسول صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت رچ بس چکی ہو گی۔ اللہ پاک ہمیں اولاد کی اسلامی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 طبقات ابن سعد، 8/312 ملخصاً

2 شعب الایمان، 6/398، حدیث: 8649

بارات

(قسط:1)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
دفتر ذمہ دار پاک سطح، شعبہ حج و عمرہ کراچی

آتش بازی و فائرنگ بارات کے موقع پر رائج خرافات میں سے ایک آتش بازی و فائرنگ بھی ہے، موجودہ دور میں جب بارات آتی ہے تو لڑکے والے ساتھ ہی آتش بازی کا سامان لائے ہوتے ہیں جس میں زیادہ تر آتشی انار (ایک قسم کی آتش بازی کا پٹاخہ جس میں آگ کی شعائیں ہوتی ہیں) ہوتا ہے جو کہ انٹری کے وقت دروازے پر ہی جلایا جاتا ہے اور بھی مختلف قسم کے بم پٹاخوں کے ذریعے آتش بازی کی جاتی ہے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آتشبازی جس طرح شادیوں میں رائج ہے، بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال (یعنی مال کو ضائع کرنا) ہے۔ قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔ مزید شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشا کرنے کیلئے جمع ہونا اور گندھک جلانا (آتش بازی کرنا) وغیرہ۔[1] بعض جگہوں پر آتش بازی کے بجائے فائرنگ کی جاتی ہے جو کہ قانونی طور پر بھی منع ہے اور اس کی وجہ سے بعض اوقات لوگوں کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ خیال رہے کہ کسی مسلمان کے جان و مال یا عزّت کو نقصان پہنچانا حرام و گناہ ہے۔[2] اکثر ایسے واقعات دیکھنے سننے میں آئے ہیں کہ ہوائی فائرنگ کی وجہ سے فلاں کا بچہ انتقال کر گیا وغیرہ وغیرہ، کیونکہ ہوا میں بلندی کی جانب جانے والی گولی جب واپس زمین کی طرف آتی ہے تو وہ بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر گولی سے کوئی نقصان نہ ہو تب بھی تیز آواز کے سبب بزرگ اور مریض متاثر ہوتے ہیں، پھر اس سے ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اتنے سارے خدشات کا تقاضا ہے کہ اس رواج کا خاتمہ کیا جائے۔

مہمانوں پر پھول نچھاور کرنا بارات کا استقبال کرتے ہوئے پھول نچھاور کیے جاتے ہیں، شادیوں میں دولہا دلہن پر پھول برسانا اسراف نہیں، کیونکہ اس پر عرف ہے۔ پھول نچھاور کرنے کو گُل پاشی کہتے ہیں۔ دولہا دلہن پر گُل پاشی کرنا شرعی طور پر ناجائز نہیں، اس لیے کہ گل پاشی سے خوشبو پھیلتی ہے اور ماحول میں ایک کشش اور رونق پیدا ہوتی ہے تو یوں اس کا کچھ نہ کچھ فائدہ اور مقصد ہے۔ اب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گل پاشی کرنے سے پھول پاؤں تلے آئیں گے حالانکہ یہ پھول سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پسینے سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا گلاب کے پھولوں کی بے ادبی ہوگی تو یہ ایک عوامی تصور ہے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ گلاب کا پھول سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک پسینے سے پیدا ہوا ہے لیکن محدثین نے ایسی روایات پر بڑی جرح اور بڑا کلام کیا ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک یہ روایات من گھڑت ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ پھول بننے کا سبب سرکار کا پسینا ہے تب بھی شاید یہ گل پاشی کے ناجائز ہونے کی وجہ نہ بن سکے۔ البتہ! اگر اس موقع پر پھول نچھاور کرنے کے لیے بے پردہ لڑکیاں جمع ہوں اور بے پردگی کے ماحول میں پھول نچھاور کیے جا رہے ہوں تو یقیناً بے پردگی کو روکا جائے گا۔[3] ایسی صورت میں جواز بھی نہ ہو گا۔ لہٰذا مردوں کا استقبال مرد اور عورتوں کا عورتیں ہی کریں تو زیادہ

بہتر ہے اور انتظامات بھی مخلوط نہ کیے جائیں۔

بارات پر پیسہ لٹانا بعض جگہوں پر بارات پر پیسے، نوٹ لٹائے جاتے ہیں، یہ منع ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: بہت علما نے روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ نے خلق کی حاجت روائی کے لیے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہ چاہیے۔[4]

دولہے کو نوٹوں کا ہار پہنانا کیسا؟ بارات کے وقت یہ بھی رائج ہے کہ دولہے کو نوٹوں اور کہیں پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے، پھولوں کا ہار پہنانے میں تو کوئی حرج نہیں البتہ! شادی ہو یا کوئی بھی خوشی کا موقع نوٹوں کا ہار پہننا پہنانا منع ہے، پہننے اور پہنانے والے دونوں اس عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوتے ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس بُری رسم سے بچیں اور بغیر نوٹوں والے ہار پہنائیں کہ ان کا استعمال جائز ہے۔ فتاویٰ مرکزِ تربیتِ افتا میں ہے: نوٹوں کا ہار پہنانے کی رسم منع ہے اس لیے ان سے بچیں۔[5] لہٰذا نوٹوں کے ہار کی جگہ پھولوں کے ہار یا پھر دیگر نقلی ہار پہنائے جائیں۔

ڈھول بجانا اور ناچنا بارات میں رائج خرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بارات کے ساتھ بینڈ باجے والوں کو بھی لے کر جایا جاتا ہے، دولہے کے پہنچنے پر خوب شہنائی بجاتے اور ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ شہنائی یہ موسیقی کا ایک مخصوص ساز ہے جو اکثر شادی بیاہ کے موقع پر بجایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں خاص کر شہنائی کی آواز نیک شگون سمجھی جاتی ہے۔ اگر کہیں بینڈ باجے اور شہنائی نہ ہو تو کم از کم وہاں ڈیک پر میوزک ضرور لگایا ہوتا ہے۔

شادی بیاہ یا اس کے علاوہ کسی بھی موقع پر کھیل کود کے طور پر ڈھول بجانا، گانے گانا، ڈیک وغیرہ پر میوزک چلانا، آتش بازی کرنا اور اجنبی مردوں عورتوں کا اختلاط سخت ناجائز و حرام اور اللہ پاک کی شدید نافرمانی والے کام ہیں۔ نکاح اور ولیمہ نہ صرف سنت ہے، بلکہ انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت بھی ہے، اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ نکاح اور شادی کے تمام تر معاملات کو اسلامی طریقہ کار کے مطابق سر انجام دیں اور ہر اس چیز سے بچیں جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ افسوس! آج کل نکاح اور شادی کے موقع پر غیر شرعی و غیر اخلاقی رسمیں اور پابندیاں دن بدن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں، گویا انہیں گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا، حالانکہ یہ تمام کام سخت ناجائز و حرام ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ فی زمانہ گھریلو لڑائی جھگڑوں اور طلاق کی دن بدن بڑھتی ہوئی شرح کا ایک سبب ان گناہوں کی نحوست بھی ہے، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شادی کے موقع پر ہونے والی غیر شرعی و غیر اخلاقی رسموں اور پابندیوں کو ختم کریں اور علمائے کرام سے شرعی رہنمائی لے کر تقریب کے تمام تر معاملات سر انجام دیں، تاکہ نکاح جیسی عظیم سنت کی حقیقی برکتیں حاصل ہو سکیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔[6] یاد رہے! گناہ کے کام میں نہ کچھ بھلائی ہے اور نہ اس میں کوئی نیک شگون ہے۔

سمدھ ملاوہ کچھ لوگوں کے ہاں بارات کی آمد پر لڑکی والوں کی طرف سے سمدھ ملاوہ کے نام سے رسم ہوتی ہے، اس رسم میں لڑکی اور لڑکے والوں کی طرف سے کوئی ایک ایک بزرگ آپس میں گلے ملتے ہیں۔ لڑکے والوں کی طرف سے جو بزرگ ہوتے ہیں ان کو لڑکی والوں کی طرف سے سوٹ کے ساتھ شال اور اپنی حیثیت کے مطابق پیسے وغیرہ سمدھ ملاوہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ یہ تحفہ ہے اور تحفہ دینے میں کوئی حرج نہیں، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ (جاری ہے۔۔)

1 فتاویٰ رضویہ، 23/279، 280 ملتقطاً 2 مسلم، ص1064، حدیث: 6541 ماخوذاً 3 دولہا پر پھول نچھاور کرنا کیسا، ص1، 2 4 فتاویٰ رضویہ، 24/521 5 فتاویٰ مرکزِ تربیت افتاء، 2/379 6 فتاویٰ رضویہ، 23/98

معذرت قبول کرنا

ام انس
رکن انٹر نیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

مشہور مقولہ ہے: اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَ النِّسْیَان یعنی انسان غلطیوں اور بھول چوک کا مجموعہ ہے۔ انسان ہونے کے ناطے ہم میں سے ہر ایک سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ بسا اوقات غلطی کرنے والی کو اپنی خطاؤں اور غلطیوں کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ اس پر معذرت کرتی اور اپنی خطاؤں کی تلافی کے لیے بھی تیار ہوتی ہے مگر بعض نادان اس بیچاری کی معذرت قبول کرتی ہیں نہ اسے خطاؤں کی تلافی کرنے کا موقع دیتی ہیں، مثلاً گھر میں بہو سے غلطی ہو گئی تو اب ساس کے سامنے بہو لاکھ آنسو بہائے، ہاتھ جوڑے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے مگر ساس معذرت قبول ہی نہیں کرتی، بلکہ بعض اوقات تو ساری زندگی کسی ایک خطا کی وجہ سے اس کو طعنے سہنے پڑتے ہیں۔

چنانچہ اس حوالے سے اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہم معذرت کو قبول کریں اور غلطیوں کو معاف کر دیں۔ حُسنِ اخلاق کا تقاضا تو یہ ہے کہ چاہے کوئی معافی مانگے یا نہ مانگے، سب کو معاف کر دیا جائے، تو پھر معافی مانگنے والی کو بلاوجہ معاف نہ کرنا شرعی و اخلاقی دونوں طرح سے درست نہ ہو گا، بلکہ حدیث پاک میں اسے گناہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عذر پیش کرے اور وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر ٹیکس وصول کرنے والے کی طرح گناہ ہے۔[1] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جیسے ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم ہوتے ہیں انہیں سخت سزا ملے گی ایسے ہی اس شخص کو سخت سزا ملے گی۔[2]

یاد رکھیے! ہم میں سے کوئی بھی اس بات کی گارنٹی نہیں دے سکتی کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرے گی یا اس سے کبھی خطا ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ خطاؤں سے محفوظ صرف انبیائے کرام اور فرشتے ہیں، ایک عام انسان خطا کا پتلا ہے اور اس کا خطا سے محفوظ ہونا ممکن ہی نہیں، لہذا جب خطاؤں اور غلطیوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں تو ایک دوسرے کی معذرتیں قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کیسی! ہم میں سے بعض معذرت تو قبول کر لیتی ہیں مگر جب کبھی دوبارہ سامنے والی سے کوئی غلطی ہو تو پرانی خطا پھر سے یاد دلائی جاتی ہے۔ گویا کہ ہم نے ابھی تک اس کی پچھلی کوتاہی و غلطی کو دل سے معاف نہ کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اب پھر اسے غلطی پر عار دلاتی ہیں۔ حالانکہ یہ بہت تکلیف دہ رویہ ہے کہ کسی کو اس کی ماضی کی غلطیوں پر ملامت کی جائے۔ کاش! ہمارا ایسا ذہن بن جائے کہ کوئی معذرت پیش کرے تو اسے قبول بھی کر لیں اور آئندہ کے لیے اس بات کو اپنے دل و دماغ سے نکال پھینکیں، نیز اپنے آپ سے عہد کر لیں کہ پھر کبھی اس بات کو زبان پر نہ لاؤں گی، کیونکہ میری خطا کار مجھ سے معذرت کر چکی ہے۔

شرعی حکم اگر کسی سے معذرت طلب کی جائے تو از روئے شرع اسے معذرت قبول کرنا اور دل سے معاف کر دینا لازم ہے۔[3] حدیثِ پاک میں ہے: جس کے پاس اس کا بھائی معذرت کرنے کے لئے آئے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے، خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ جو ایسا نہ کرے گا، وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آسکے گا۔[4] اللہ پاک نے معاف کرنے کو ہمت والا کام فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۠ (پ25، الشوریٰ: 43) ترجمہ: اور بیشک

جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ معاف کرنا جس قدر ہمت و مشقت والا کام ہے اسی قدر اس کے فوائد بھی ہیں، اسی طرح معذرت قبول کرنے کے دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے بہت فوائد ہیں۔ قرآن و احادیث میں اس کی بڑی فضلیت آئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِؕ (پ25، الشوریٰ:40) ترجمہ: تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

معاف کرنا بخشے جانے کا سبب ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْاؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْؕ (پ18، النور:22) ترجمہ: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے۔

احادیثِ پاک کی روشنی میں اس کے فضائل ملاحظہ کیجیے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: بے شک اللہ پاک در گزر فرمانے والا ہے اور در گزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔[5] ایک اور روایت میں ہے: قیامت کے روز اعلان کیا جائے گا: جس کا اجر اللہ پاک کے ذِمّۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا: کس کے لئے اجر ہے؟ تو اعلان کرنے والا کہے گا: ان لوگوں کے لئے جو معاف کرنے والے ہیں تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلاحساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔[6]

معذرت قبول کرنے کے فوائد جب ہم کسی کی معذرت قبول کر لیتی ہیں تو سامنے والی کے دل میں ہماری عزت بڑھ جاتی ہے اور اس کا دل ہمارا احسان مند ہوتا ہے۔ مشہور کہاوت ہے: **انسان احسان کا غلام ہے۔** حدیثِ پاک میں ہے: بندہ کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ پاک اس معاف کرنے والے کی عزت ہی بڑھائے گا۔[7]

لوگوں کی معذرت قبول کرنے والوں کے لیے تو جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ انداز پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اپنایا اور آپ نے کئی مواقع پر معافی و در گزر سے کام لیا۔ صحابہ کرام اور اولیائے کرام کی سیرت میں بھی ہمیں یہی انداز نظر آتا ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس انداز کو اپنائیں! اگر ہم اس انداز کو اپنائیں معاف کرنے والی اور معذرت قبول کرنے والی بن جائیں تو ہمارا گھر امن کا گہوارہ بن سکتا ہے، مگر افسوس! ایک ہی گھر کے افراد ایک دوسرے سے دور ہو رہے ہیں، وجہ یہ ہوتی ہے کہ معذرت قبول نہیں ہوتی، کسی کا گڑگڑانا و عاجزی کرنا ہم پر اثر انداز نہیں ہوتا اور یوں دل کی سختی اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے۔ حالانکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: لوگوں میں سب سے عقلمند وہی ہے جو ان کے زیادہ عذر قبول کرنے والا ہے۔[8]

معذرت قبول کرنے کا جذبہ کیسے ملے؟ اس کا بہت بڑا سبب خود پسندی، تکبر اور دوسروں کو حقیر جاننا ہے کہ جس کے اندر یہ مرض ہو وہ اپنی غلطی کو غلطی اور دوسروں کی غلطیوں کو معافی کے قابل نہیں سمجھتی۔ لہٰذا ہمیں اپنے اندر سے اس مرض کو دور کرنا ہو گا۔ اس کے علاوہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے صحابہ و اولیائے کرام کی پیاری سیرت کا مطالعہ کرنا اور ان کو اپنانا ہو گا کہ ان حضرات نے کس طرح لوگوں کی معذرتوں کو قبول کیا اور ان کو معاف فرمایا۔ اگر معاشرے میں سب لوگ معذرتیں قبول کرنے والے بن جائیں تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اے کاش! ہمیں بھی یہ جذبہ نصیب ہو جائے۔

اٰمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1. شعب الایمان، 6/322، حدیث: 8338
2. مراۃ المناجیح، 6/623
3. بہار شریعت، 1/1052، حصہ: 6 مفہوماً
4. مستدرک، 5/213، حدیث: 7340
5. مستدرک، 5/546، حدیث: 8216
6. معجم اوسط، 1/542، حدیث: 1998
7. مسلم، ص 1071، حدیث: 6592
8. مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب لابن جوزی، ص 185

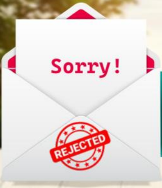

معذرت قبول نہ کرنا

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 29ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

بنتِ ذوالفقار
طالبہ درجہ خامسہ فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

اسلامی تعلیمات میں معذرت اور معافی کو ایک اہم مقام حاصل ہے، کیونکہ یہ اسلامی اخلاقیات اور معاشرتی معاملات کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ اسلام میں معذرت کو معافی کے طلب اور باہمی احترام کا ایک مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ مضمون اسلامی نقطۂ نظر سے معذرت قبول نہ کرنے کے مسئلے کا تجزیہ کرے گا۔

قرآن وسنت میں معذرت اور معافی کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے، ان میں سے چند مقامات ملاحظہ کیجیے۔ چنانچہ،

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (پ14، النحل:126) ترجمہ: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو۔ یہ آیت معذرت اور معافی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ انتقام کے بجائے معافی دینا بہتر ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عذر پیش کرے اور وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر ٹیکس وصول کرنے والے کی مثل گناہ ہے۔ [1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جیسے ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم ہوتے ہیں انہیں سخت سزا ملے گی ایسے ہی اس شخص کو سخت سزا ملے گی۔ [2]

اسلامی نقطۂ نظر سے معذرت قبول نہ کرنا ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس کے مختلف اسباب اور اثرات ہوسکتے ہیں۔

معذرت قبول نہ کرنے کے اسباب

معذرت قبول نہ کرنے کے درج ذیل چند اسباب ہوسکتے ہیں:

نقصان کی شدت اگر غلطی بہت بڑی ہو یا اس سے شدید نقصان پہنچا ہو، تو متاثرہ فرد معذرت کو کافی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً Over speeding اور ڈرائیور کی غلطی سے کسی کی جان چلی جائے یا کوئی عضو ضائع ہوجائے تو اب ظاہر ہے کہ متاثرہ فرد کے اہلِ خانہ کے لیے معذرت قبول کرنا آسان نہیں ہوتا، لہٰذا ایسی صورتوں کے لیے اسلام نے معذرت کے علاوہ انصاف اور تلافی کا راستہ بھی رکھا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ معذرت میں Sincerity اور سچائی ہو۔

ماضی کی تلخ یادیں ماضی میں کیے گئے کسی عمل سے متاثرہ فرد کا سخت دل دکھا ہو اور ماضی کی تلخ یادیں اسے معذرت قبول کرنے نہیں دے رہی ہوتیں، اسی لیے اسلام میں ماضی کی غلطیوں پر معذرت اور توبہ کی تعلیم دی گئی ہے، اور یہ سکھایا گیا ہے کہ مخلصی کے ساتھ معذرت قبول کی جائے۔

اعتماد کی کمی بسا اوقات معذرت کرنے والی مخلص نہیں ہوتی یا اس کے الفاظ میں سچائی کی کمی ہوتی ہے تو متاثرہ شخصیت اس پر یقین نہیں کرتی۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات میں سچائی اور ایمان داری کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

معذرت قبول نہ کرنے کے اثرات

معذرت قبول نہ کرنے کے شخصی، سماجی اور معاشرتی طور پر یہ چند اثرات پڑ سکتے ہیں:

تعلقات میں کشیدگی معذرت قبول نہ کرنا تعلقات میں بگاڑ پیدا کر سکتا ہے جو کہ اسلام کو پسند نہیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے معاشرتی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی شاندار تعلیم عطا فرمائی ہے۔

نفسیاتی اثرات معذرت قبول نہ کرنے سے متاثرہ فرد کی نفسیاتی حالت پر منفی اثرات پڑسکتے ہیں، جبکہ اسلام میں بے سکونی اور غم کی حالت سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی تعلیم دی گئی ہے۔

سماجی اثرات معذرت قبول نہ کرنے سے سماجی اختلافات اور تناؤ بڑھ سکتے ہیں جو کہ معاشرتی امن کے خلاف ہے۔ لہٰذا تعلقات کی مضبوطی، معاشرتی ہم آہنگی اور ذاتی سکون کے لئے معذرت قبول کرنا بہت اہم ہے اور یہ باہمی احترام، انصاف اور امن کے قیام میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

بنتِ شہاب عطاریہ

(ہند ویسٹ بنگال)

حقوق العباد کا معاملہ بڑا نازک ہے، ہمیں ہر وقت اس معاملے میں احتیاط کرنی چاہیے کہ بندوں کے دل ہماری وجہ سے نہ دکھیں نہ ہی کسی طرح کی کوئی تکلیف ہماری وجہ سے کسی مخلوق کو پہنچے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے: مومن وہ ہے جس سے لوگ بے خوف رہیں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔[3]

ہم چونکہ انسان ہیں، لہٰذا اگر کبھی ہم سے کسی کی ذات کو تکلیف پہنچ جائے تو ہمیں چاہیے کہ فوراً معذرت کر لیں اور رب کی بارگاہ میں توبہ و تائب ہوتی رہیں اور جب کسی سے معذرت کی جائے تو چاہیے کہ اسے قبول کرے۔ اگر کوئی معافی مانگنے آئے تو چاہیے کہ اسے مایوس نہ کریں بلکہ معاف کر دیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس کے پاس اس کا بھائی معذرت کرنے کے لئے آیا تو اسے چاہیے کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے، خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا۔ جو معاف نہیں کرے گا، حوضِ کوثر پر نہ آسکے گا۔[4]

ایک اور روایت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک معاف کر دینے سے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے۔[5]

اس فرمانِ عالی شان کی وضاحت یہ ہے کہ جو شخص معاف و درگزر کرتا ہے تو ایسے شخص کا مقام و مرتبہ لوگوں کے دلوں میں بڑھ جاتا ہے، ایک معنی اس کا یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اُخروی اجر اور وہاں کی عزت ہے۔[6]

یاد رہے! اپنے ذاتی حقوق تو معاف کرنے میں ہماری عزت ہے لیکن شرعی حقوق پامال کرنے والوں کو رعایت دینے سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے لہٰذا ایسے لوگوں کو شرعی تقاضوں کے مطابق سزا ہی دی جائے گی۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں۔ قومی ملکی، دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کر دو۔[7]

افسوس! آج بات بات پر ناراض یا بدگمان ہو کر تعلقات ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ معافی مانگنے کی زحمت بھی نہیں اٹھائی جاتی اور کوئی معافی مانگ بھی لے تو اسے رسوا کیا جاتا ہے۔ ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں غور کریں تو ہمارے لئے اجر ہی اجر ہے معافی مانگنے پر بھی اور معاف کر دینے پر بھی۔ نیز جو مسلمان کی معذرت قبول نہ کرے اس کے لئے سخت وعیدیں بھی ہیں۔ اللہ ربُّ العزت ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

1. شعب الایمان، 6/322، حدیث: 8338
2. مراۃ المناجیح، 6/623
3. مسند امام احمد، 20/29، حدیث: 12561
4. مستدرک، 5/213، حدیث: 7340
5. مسلم، ص1071، حدیث: 6592
6. دلیل الفالحین، 2/538، تحت الحدیث: 5555 ملخصاً
7. مراۃ المناجیح، 3/93

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 29ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 339 مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی نماز سے محبت	168	معذرت قبول نہ کرنا	37	رعایا کے حقوق	134

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی نماز سے محبت اٹک حضرو: بنت محمد ایوب۔ بہاولپور: ڈیرہ نواب صاحب: بنت محمد خان۔ حیدر آباد: میمن سوسائٹی: بنت انیس۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد اشرف، بنت محمد شبیر۔ راولپنڈی: صدر: بنت شکیل، بنت محمد شفیق۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت اظہر بخاری، بنت رضا مصطفےٰ، بنت سخاوت علی، بنت محمد لطیف، اُختِ محمد قاسم، بنت احمد رضا، بنت اظہر حسین، بنت اعجاز احمد، بنت اللہ دتہ، بنت جاوید اقبال، بنت جاوید سرور، بنت رفیق، بنت سائیں منگا، بنت شاہد محمود، بنت شفیق، بنت شیخ مطیع الرحمن، بنت طارق، بنت عارف حسین، بنت غلام عباس، بنت فیصل مجید، بنت محمد ارشد، بنت محمد اسلام، بنت محمد اسلم، بنت محمد اشرف، بنت محمد جمیل، بنت محمد طارق، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت محمد ندیم، بنت مدثر اقبال، بنت مشتاق، بنت منیر، بنت وسیم علی، خوشبوئے مدینہ، ہمشیرہ غلام عباس، بنت مطہر محمود۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ عمر جٹ، بنت رؤوف، بنت محمد عمران، بنت ارشد محمود، بنت ارشد، بنت امجد پرویز، بنت اورنگزیب، بنت اویس، بنت بابر، بنت تنویر، بنت جاوید اقبال، بنت خالد حسن، بنت خالد پرویز، بنت خوشی محمد، بنت راشد محمود، بنت راشد، بنت سرمد، بنت سعید، بنت سلیم، بنت شبیر احمد، بنت شبیر، بنت شفیق الاسلام، بنت شہباز احمد، بنت طارق نذیر، بنت عبد الرزاق، بنت عبد الماجد، بنت عبد المجید، بنت عرفان، بنت غلام حیدر، بنت غلام رسول، بنت محمد اظہر، بنت محمد اقبال، بنت محمد امین، بنت محمد اورنگزیب، بنت محمد اکرم، بنت محمد جان، بنت محمد جاوید، بنت محمد جمیل، بنت محمد خلیل، بنت محمد خوشی، بنت محمد رمضان، بنت محمد سجاد، بنت محمد سلیم، بنت سلیم، بنت محمد شاہد، بنت محمد شکیل، بنت محمد طارق، بنت محمد عابد، بنت محمد عرفان، بنت محمد فرید، بنت محمد کاشف، بنت محمد یعقوب، بنت ناصر محمود، بنت ناصر، بنت ناہید، بنت ندیم، بنت نذیر، بنت نواز، بنت کاشف شیراز، بنت کرامت، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، ہمشیرہ حامد مغل، ہمشیرہ حیدر علی، ہمشیرہ زین علی، ہمشیرہ علی، ہمشیرہ محمد جہانزیب، ہمشیرہ محمد حمزہ، ہمشیرہ محمد شہراز حسن، ہمشیرہ محمد طاہر۔ مظفر پورہ: بنت حافظ محمد شبیر، بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت خلیل احمد، بنت عمران، بنت غلام میراں، بنت محمد آصف، بنت محمد اعظم، بنت محمد شبیر، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد عمران، بنت محمد محمود احمد، بنت نعیم طارق، ہمشیرہ سفیان، ہمشیرہ قاسم علی، ہمشیرہ محمد سفیان۔ معراج کے: بنت غلام عباس، بنت رضا حسین، بنت لیاقت علی، بنت محمد اشرف، بنت محمد انور، بنت محمد ریاض، بنت محمد شفیق، بنت امجد علی، بنت شہزاد حسین، بنت محمد اشرف، بنت محمد افضل۔ نند پور: بنت طیب حسین، بنت محمد صدیق، بنت رمضان احمد، بنت شکیل، بنت طارق محمود، بنت عبد الستار، بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت وارث علی، بنت ہدایت اللہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت لیاقت علی۔ گلبہار: ام معبد، ام ہلال، بنت رضوان احمد، بنت محمد شہباز۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔

چھاں: بنت محمد جاوید اقبال۔ لاہور: برکت ٹاؤن: بنت اجمل۔ ملتان: قادر پورہ: بنت محمد اسحاق۔ منڈی بہاؤ الدین: بنت محمد اسجد۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ انڈیا: حیدر آباد: بنت خواجہ معین الدین۔

رعایا کے حقوق خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین، بنت محمد اشرف۔ راولپنڈی: صدر: بنت ریاض، بنت مدثر۔ گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت احسان اللہ۔ تلواڑہ مغلاں: اخت عبد الاحد، بنت حنیف بیگ، بنت خرم اشفاق، بنت عبد الوحید خان، بنت محمد ارشد، بنت محمد نعیم، بنت محمد یاسین، بنت نصیر احمد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت سید حسنین آصف شاہ، بنت ملک رشید احمد اعوان، بنت آصف، بنت ابرار، بنت ارشد، بنت اشرف، بنت اصغر، بنت اعجاز احمد، بنت اعجاز، بنت افتخار احمد، بنت افضال احمد، بنت امجد فاروق، بنت انتظار حسین، بنت انعام اللہ بٹ، بنت اورنگزیب، بنت بابر، بنت بشیر احمد، بنت جہانگیر، بنت خلیل احمد، بنت خوشی محمد، بنت دلاور حسین، بنت رزاق بٹ، بنت رضا، بنت رفاقت حسین، بنت سلیمان، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت شبیر احمد زیدی، بنت شبیر، بنت شمس پرویز، بنت شمس، بنت شوکت علی، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت طاہر، بنت طاہر محمود، بنت ظہیر احمد، بنت عارف محمود، بنت عبد القادر، بنت عبد الماجد، بنت عثمان علی، بنت غلام مصطفےٰ، بنت فضل الٰہی، بنت محمد آصف، بنت محمد احسن، بنت محمد اشرف، بنت محمد اشفاق، بنت محمد امجد، بنت محمد انور، بنت محمد حبیب، بنت محمد خالد، بنت محمد رفیق، بنت محمد رمضان، بنت محمد ریاض، بنت محمد شفیق، بنت محمد عارف، بنت محمد فاروق، بنت محمد ندیم میاں، بنت محمد نذیر چوہدری، بنت محمد نعیم، بنت محمد وسیم، بنت محمد گلزار، بنت محمد یعقوب، بنت ممتاز، ہمشیرہ محمد منیب، غلام فاطمہ، ہمشیرہ داود، ہمشیرہ محمد حسین، بنت محمد بوٹا، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ عبد القدوس، ہمشیرہ علی، ہمشیرہ غلام حسین، ہمشیرہ محمد آصف، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ محمد بلال بغدادی، ہمشیرہ محمد جواد احمد، ہمشیرہ محمد جہانزیب، ہمشیرہ محمد علی، ہمشیرہ محمد فیصل، بنت اشفاق احمد، بنت عارف۔ مظفر پورہ: بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت خلیل احمد، بنت ظفر اقبال، بنت عمران، بنت غلام میراں، بنت محمد آصف، بنت محمد اعجاز، بنت محمد اعظم، بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد نواز، بنت محمد یاسر۔ معراج کے: بنت اظہر علی، بنت محمد سلیم، بنت محمد عارف، بنت نصیر احمد، بنت غلام قمر۔ نند پور: بنت رمضان احمد، بنت انور، بنت عبد الستار، بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت محمد وارث علی، بنت ہدایت اللہ۔ پاکپورہ: بنت میاں یوسف قمر۔ گلبہار: ام مشکوۃ، بنت سجاد حسین، بنت ظہور، بنت محمد اشرف، بنت محمود۔ فیصل آباد: بہارِ مدینہ: بنت طارق۔ علی ہاؤسنگ سوسائٹی: بنت بشیر احمد عابد۔ چھاں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: دھوراجی: بنت محمد عدنان۔ گجرات: ام شجاع۔

معذرت قبول نہ کرنا سیالکوٹ: اگوکی: بنت الیاس۔ تلواڑہ مغلاں: بنت افضل، بنت بشارت علی، بنت ذو الفقار بیگ، بنت فیصل، بنت محمد عارف۔ شفیع کا بھٹہ: بنت ذوالفقار، بنت شکیل، بنت عتیق، بنت غفور، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد اصغر مغل، بنت نوید احمد، بنت واجد اعوان، بنت ہمایوں۔ مظفر پورہ: بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت خلیل احمد، بنت غلام میراں، بنت محمد آصف، بنت محمد اعجاز، بنت محمد سلیم۔ معراج کے: بنت منیر حسین، بنت نور حسین۔ ناصر روڈ: بنت محمد یونس۔ نند پور: ام ہانی، بنت افتخار، بنت رمضان احمد، بنت سلیم، بنت عبد الستار، بنت محمد الیاس، بنت محمد ندیم، بنت محمد وارث علی، بنت ہدایت اللہ۔ گلبہار: ام معبد۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ گجرات سوکلاں: بنت محمد شہباز حسین۔ ویسٹ بنگال: بنت شہاب۔

رعایا کے حقوق

بنتِ امتیاز حسین عطاریہ

(درجہ: ثالثہ، جامعۃ المدینہ گرلز جوہر آباد، خوشاب)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ پاک لوگوں کا حاکم بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرتے ہوئے مرے تو اللہ پاک اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (1)

کسی بھی ملک یا سلطنت کا نظام رعایا اور حکمرانوں سے مل کر چلتا ہے۔ دینِ اسلام حکمرانوں کو رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ حکمرانوں پر رعایا کی دیکھ بھال، ان کے درمیان درست فیصلہ کرنا، ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان پر سختی نہ کرنا وغیرہ چیزیں مسلمان حکمران پر اپنی رعایا کے لیے لازم ہیں کہ وہ ان پر عمل کرے۔

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں سب کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے، ان حقوق میں رعایا کے حقوق بھی شامل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

رعایا پر تنگدستی نہ کرنا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو اپنے بعض کاموں کے لیے بھیجتے تو فرماتے: خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔ آسانی کرو اور تنگی نہ کرو۔[2]

رعایا کی عیادت رعایا کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ حاکم اپنی رعایا کی عیادت کو جائے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت یا اس کی زیارت کو جاتا ہے تو اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: تو اچھا ہے، تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تُونے جنت میں ایک گھر بنالیا۔[3]

امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی غم خواری فرماتے۔ اگر کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے جنازے میں بھی ضرور شرکت فرماتے۔[4] اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔[5]

رعایا کی خبر گیری کرنا رعایا کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ حاکم رعایا کے معاملات پر نظر اور ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ خبر گیری کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ پاک مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنائے اور وہ ان کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں ان سے کنارہ کشی کرے تو اللہ پاک اس کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں اسے چھوڑ دے گا۔[6]

رعایا کی اصلاح رعایا کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ حاکم اپنی رعایا کو شریعت کا پابند بنائے اور خود بھی شریعت کے مطابق قانون نافذ کرے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ شرعی احکام کی پاسداری میں اس چاند کی مانند ہیں جس کی چمکتی دمکتی روشنی گمراہی میں بھٹکے لوگوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ آپ جس طرح خود شریعت کے پابند تھے اسی طرح آپ نے اپنی رعایا کو بھی شریعت کا پابند بنایا اور نیکی کا حکم دیا۔[7]

رعایا کی مدد کرنا رعایا کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ حاکم اپنی رعایا کی مدد کرے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میری ناراضی اس انسان پر سخت ہوتی ہے جو کسی ایسے انسان پر ظلم کرے جو میرے علاوہ کسی کو مدد گار نہیں پاتا۔[8]

اگر ہم اپنے اوپر غور کریں تو ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی پر حاکم ہے جیسے والدین اپنی اولاد پر اور معلمات اپنی طالبات پر وغیرہ۔ اگر ہم اپنے معاشرے کو پُرامن اور خوشگوار بنانا چاہتی ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور ماتحتوں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے حکمران کی عزت کریں اور ان کا ہر جائز حکم مانیں۔

اللہ پاک ہمیں تمام تر حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. مسلم، ص78، حدیث:363
2. مسلم، ص739، حدیث:4525
3. مسند امام احمد، 14/216 حدیث:8536
4. فیضانِ فاروقِ اعظم، 1/201
5. فیضانِ فاروقِ اعظم، 1/656
6. ابو داود، 3/189، حدیث:2948
7. فیضانِ فاروقِ اعظم، 1/197 ملخصاً
8. معجم صغیر، 1/31، حدیث:71

اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز

P.I.B کالونی کراچی میں "محفلِ نعت" کا اہتمام

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت 4 اکتوبر 2024 کو P.I.B کالونی کراچی میں "محفلِ نعت" کا اہتمام کیا گیا جس میں نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت سمیت ذمہ دار اسلامی بہنیں شریک ہوئیں۔ تلاوت و نعت کے بعد مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے "اختیاراتِ مصطفٰے" کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کرتے ہوئے وہاں موجود اسلامی بہنوں کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اختیارات کے بارے میں بتایا۔ بعدِ محفل مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے اختتامی دعا کروائی۔

گلشنِ اقبال میں محفلِ نعت کا سلسلہ نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت نے بیان فرمایا

12 اکتوبر 2024 کو گلشنِ اقبال میں قائم مدرسۃ المدینہ گرلز کی ایک معلمہ کے گھر پر محفلِ نعت کا سلسلہ ہوا جس میں نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت نے خصوصی شرکت کی اور بیان فرمایا۔ نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت نے حضور غوثِ اعظم شیخ عبدُ القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی مثالی تربیت کے واقعات بیان کرتے ہوئے وہاں موجود اسلامی بہنوں کو تربیتِ اولاد پر مدنی پھول دیئے۔ انہوں نے اپنے بیان میں اسلامی بہنوں کو نمازوں کا اہتمام کرنے، دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں حصہ ملانے، ہر بدھ کو اپنے علاقے میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرنے اور مدرسۃ المدینہ بالغات میں پڑھنے کا ذہن دیا۔

کینیڈا میں دینی کاموں کے سلسلے میں مختلف سطح کی ذمہ داران کا مدنی مشورہ

3 اکتوبر 2024 کو کینیڈا کی سب کانٹیننٹ نگران، نگرانِ کینیڈا، فنانس ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داران اور دیگر سطح کی نگران اسلامی بہنوں کی آن لائن میٹنگ ہوئی۔ میٹنگ میں نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ٹیلی تھون 2024 کی تیاری اور دینی کام کرنے کے طریقۂ کار پر مشاورت کی نیز کینیڈا میں دعوتِ اسلامی کے تحت دینی کام بڑھانے کے حوالے سے چند اہم نکات پر تبادلۂ خیال کیا۔

اراکینِ مجلسِ مشاورت اور سب کانٹیننٹ نگران اسلامی بہنوں کی میٹنگ

17 اکتوبر 2024 کو دنیا بھر ہونے والے دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں کو بڑھانے کے سلسلے میں بذریعہ انٹرنیٹ ایک میٹنگ ہوئی جس میں اراکینِ مجلسِ مشاورت اور سب کانٹیننٹ نگران اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ اسلامی بہنوں سے گفتگو کرتے ہوئے دعوتِ اسلامی کی نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے دینی کاموں کا جائزہ لیا اور اوورسیز میں دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں کو بڑھانے کے حوالے سے مختلف امور پر رہنمائی فرمائی۔

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے
اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے
news.dawateislami.net

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے جولائی 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		1085219	313436	1398655
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		109186	37428	146614
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	11167	4827	15994
	پڑھنے والیاں	104033	36273	140306
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	11115	5537	16652
	شرکائے اجتماع	404509	165666	570175
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		130714	39439	170153
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		34926	12986	47912
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		774206	145950	920156
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		98445	46836	145279
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	1343	2426	3769
	شرکائے مدنی کورسز	29030	54124	83154

32واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے فروری 2025

1. حضور کی اپنی رضاعی ماؤں سے محبت
2. شوہر کی نافرمانی
3. اولاد بگڑنے کے اسباب

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 نومبر 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات سرگودھا

الحمدللہ مرشدِ کریم کے فیضان سے مالامال دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات قربان چوک نزد زیڈایم گرلز ہائی اسکول شفقت انڈسٹری ایریا اسلام پورہ سرگودھا** کا باقاعدہ افتتاح 23مارچ 2020 بروز بدھ کو دعوتِ اسلامی کے تحت سنتوں کی دھومیں مچانے والے مبلغِ دعوتِ اسلامی اور نگرانِ کابینہ محمد سلیم عطاری کے دستِ مبارک سے ہوا۔ فیضانِ صحابیات کی اس جگہ کو ایک عاشقِ رسول تاجر اسلامی بھائی حاجی محمد شفقت صاحب نے ثواب کی نیت سے اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کے لئے عارضی طور پر پیش کیا ہوا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ خود یا کوئی اور اس جگہ کو خرید کر فیضانِ صحابیات کے لئے وقف کر دے۔

آفسز کی تعداد

الحمدللہ فیضانِ صحابیات سرگودھا میں یہ 3 آفسز انتہائی منظم انداز میں دین کا پیغام عام کرنے میں مصروفِ عمل ہیں:

- **فنانس ڈیپارٹمنٹ**
- **ڈونیشن باکس**
- **شعبہ روحانی علاج**

اوقات کار

- صبح 9 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں کئی اسلامی بہنیں انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ شرکت فرماتی ہیں۔
- ہر اتوار کو صبح 8 تا دوپہر 1 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگتا ہے۔ جہاں مفت استخارہ و تعویذات و وظائف کی سہولت سے کثیر اسلامی بہنیں فائدہ اٹھاتی ہیں۔

فیضانِ صحابیات سرگودھا کی خصوصیت

❖ الحمدللہ فیضانِ صحابیات سرگودھا میں رہائشی کورسز، مدنی مشوروں اور مختلف لرننگ سیشنز کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.com